﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ۷۴) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (بنی إسرائيل: ۸۰)

# الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۲ جمعہ ۲۴ مارچ ۱۹۹۵ء شمارہ ۱۲

## ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

## ضرورت ہے کہ آج کل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو۔ دینی خدمت وہی بجالا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو

میری یہ باتیں اس لئے ہیں کہ تا تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور اس تعلق کی وجہ سے میرے اعضاء ہو گئے ہو ان باتوں پر عمل کرو۔ اور عقل اور کلام الٰہی سے کام لو۔ تا کہ سچی معرفت اور یقین کی روشنی تمہارے اندر پیدا ہو اور تم دوسرے لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف لانے کا وسیلہ بنو۔ اس لئے کہ آج کل اعتراضوں کی بنیاد طبعی اور طبابت اور ہیئت کے مسائل کی بناء پر ہے۔ اس لئے لازم ہوا کہ ان علوم کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کریں۔ تا کہ جواب دینے سے پہلے اعتراض کی حقیقت تو ہم پر کھل جائے۔

میں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔

مگر وہ سچا فلسفہ ان کو نہیں ملا جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ وہ ان کو اور صرف انہیں کو دیا جاتا ہے جو نہایت تذلل اور نیستی سے اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں جن کے دل اور دماغ سے متکبرانہ خیالات کا تعفن نکل جاتا ہے اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر سچی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔

پس ضرورت ہے کہ آج کل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو۔ اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو۔ لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا۔ اور وہ خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دور جا پڑے۔ اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے، الٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کر سکتا ہے یعنی دینی خدمت وہی بجالا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔

بات یہ ہے کہ ان علوم کی تعلیمیں پادریت اور فلسفیت کے رنگ میں دی جاتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان تعلیمات کا دلدادہ چند روز تو حسن ظن کی وجہ سے جو اس کو فطرتاً حاصل ہوتا ہے، رسوم اسلام کا پابند رہتا ہے۔ لیکن جوں جوں ادھر قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے، اسلام کو دور چھوڑتا جاتا ہے اور آخر ان رسوم کی پابندی سے بالکل ہی رہ جاتا ہے اور حقیقت سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور ہوا ہے یکطرفہ علوم کی تحقیقات اور تعلیم میں منہمک ہونے کا۔ بہت سے لوگ قومی لیڈر کہلا کر بھی اس رمز کو نہیں سمجھ سکے کہ علوم جدیدہ کی تحصیل جب ہی مفید ہو سکتی ہے جب محض دینی خدمت کی نیت سے ہو اور کسی اہل دل آسمانی عقل اپنے اندر رکھنے والے مرد خدا کی صحبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔

میرا ایمان یہی کہتا ہے کہ اس دہریت نما نیچریت کے پھیلنے کی یہی وجہ ہے کہ جو شیطانی حملے الحاد کے زہر سے بھرے ہوئے علوم طبعی، فلسفی یا ہیئت دانوں کی طرف سے اسلام پر ہوتے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے یا ان کا جواب دینے کے لئے اسلام اور آسمانی نور کو عاجز سمجھ کر عقلی ڈھکوسلوں اور فرضی اور قیاسی دلائل کو کام میں لایا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے مجیب قرآن کریم کے مطالب اور مقاصد سے کہیں دور جا پڑے ہیں۔ اور الحاد کا ایک چھپا ہوا پردہ اپنے دل پر ڈال لیتے ہیں۔

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

## مختصرات

رمضان المبارک کے بعد سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پروگرام "ملاقات" سابقہ معمول کے مطابق شروع ہو گیا۔ ایک گھنٹہ کے اس مستقل پروگرام میں بدھ اور جمعرات کو ترجمۃ القرآن، جمعہ کو عمومی سوالات، ہفتہ کو اطفال و ناصرات کی کلاس، اتوار کو انگریزی دان احباب سے مجلس سوال وجواب اور سوموار اور منگل کے روز ہومیو پیتھی طریقہ علاج کی کلاسیں پیش کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے "ملاقات" پروگرام مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کا مقبول ترین پروگرام ہے جس کا حلقہ ناظرین ساری دنیا تک ممتد ہے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ساری دنیا کے احمدی احباب اور ایک کثیر تعداد میں غیر از جماعت احباب بھی ان دینی، علمی اور معلوماتی پروگراموں سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔

---

### ہفتہ ۴ مارچ ۱۹۹۵ء

۴ دسمبر ۱۹۹۴ء کو ایتھوپین احباب کے ساتھ سوال وجواب کا جو پروگرام "ملاقات" پیش کیا گیا تھا۔ آج دوبارہ دکھایا گیا۔

### اتوار ۵ مارچ ۱۹۹۵ء

انگریز احباب کے ساتھ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مجلس سوال وجواب ہوئی۔ حسب ذیل سوالات کئے گئے جن کے جوابات حضور نے ارشاد فرمائے۔

ساری کائنات کے مقابل پر ہماری اس زمین کی کچھ بھی حیثیت نہیں تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ ساری کائنات ہماری خاطر پیدا کی گئی ہے؟ مسلمان سئور کا گوشت کیوں نہیں کھاتے جبکہ وہ بھی گائے کی طرح ایک جانور ہے؟ نماز میں مختلف حرکات مثلاً قیام، رکوع اور قعدہ وغیرہ کیوں ہوتی ہیں؟ اسلام میں جوا کیوں حرام ہے؟ اسلام کا دوسرے سیاروں پر آبادی کے بارہ میں کیا خیال ہے؟ ایک ڈاکٹر نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ عیسائیت اسلام پر غالب آ جائے گی۔ اس کے بارہ میں حضور انور کا کیا خیال ہے؟ کیا اسلام Spiritual اور Psychic Healing پر یقین رکھتا ہے؟ ہم ٹوپی کیوں پہنتے ہیں؟ اسلام میں شراب کی تو اجازت نہیں کیا ڈرگز (Drugs) کی اجازت ہے؟

### سوموار ۶ مارچ ۱۹۹۵ء

ہومیو پیتھی کی ۶۷ویں کلاس حضور انور نے لی۔

### منگل ۷ مارچ ۱۹۹۵ء

آج ہومیو پیتھی کی کلاس نمبر ۶۸ ہوئی۔ کلاس کے شروع میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہومیو پیتھی سے متعلق ایک کتاب تیار کرنے کی سکیم کے بارہ میں ذکر فرمایا کہ ایک ایسی کتاب تیار ہونی چاہئے جس سے سب لوگ فائدہ اٹھاتے ہوئے، ہر وقت ڈاکٹر کی طرف جانے کی بجائے خود اپنا اور دوسروں کا علاج کر سکیں۔ اور اس کام کے لئے والنٹیرز طلب فرمائے۔ کلاس میں سے ۱۲ خواتین اور ۳ مردوں نے اپنے نام پیش کئے اور ان کے سپرد یہ کام کیا گیا۔

### بدھ ۸ مارچ ۱۹۹۵ء

آل عمران کی آیت ۸۸ تا ۹۸ نصف اول کا ترجمہ و مختصر تشریح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمائی اور اس ضمن میں احمدیوں کو ان تین چیزوں کے بارہ میں تحقیق کرنے کا ارشاد فرمایا:
(۱) حضرت یعقوبؑ کے زمانہ میں کون کون سی چیزیں بطور معروف حرام تھیں اور کیا انہوں نے خود بھی کچھ اور چیزیں حرام قرار دی تھیں؟ (۲) حضرت یعقوبؑ کے دور میں تورات کا نزول کب شروع ہوا؟
(۳) یہود کے حرام و حلال سے متعلق تحقیق۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے "مقام ابراہیم" میں لفظ "مقام" کی تفصیل سے وضاحت فرمائی۔

### جمعرات ۹ مارچ ۱۹۹۵ء

لفظ "مقام" کے بارہ میں مزید گفتگو فرمائی۔ اور اس کے بعد سورہ آل عمران کی آیت ۹۸ تا ۱۱۰ کا ترجمہ نیز مختصر تفسیر سکھائی۔ آج ترجمۃ القرآن کی ۴۱ویں کلاس تھی۔

### جمعۃ المبارک ۱۰ مارچ ۱۹۹۵ء

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ عام مجلس سوال وجواب ہوئی جس میں مندرجہ ذیل سوالات کئے گئے۔
(۱) اگر کسی شخص کا جنازہ نبی یا خلیفہ پڑھائے تو کیا یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ شخص جنتی ہے؟ (۲) امت محمدیہ میں صرف ایک یا امکانی طور پر دو یا تین نبیوں کا ظہور، کیا امت محمدیہ کی محرومی نہیں ہے؟
(۳) اسلامی نظام مالیات میں بنک کے نظام کے کیا اصول ہونگے اور لوگوں کو کیا سہولتیں حاصل ہونگی؟
(۴) اسلام میں زناء بالجبر کرنے والے (Rapist) کی کیا سزا ہے؟

باقی صفحہ نمبر ۹ پر

## اداریہ

# مقدس جنگ

ریڈرز ڈائجسٹ کے جنوری ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں ایک مضمون "ایک مقدس جنگ مغرب کی طرف رخ کر رہی ہے" کے موضوع پر شائع ہوا جس میں مضمون نگار نے مختلف مسلم ممالک میں مذہبی تشدد اور انتہا پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے مغربی طاقتوں کو سخت خطرہ درپیش ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اسلامی ممالک میں انتہا پسندی کی ایک نئی لہر اٹھی ہے جو مشرق وسطیٰ اور دیگر اسلامی ممالک میں پھیل رہی ہے۔ دنیا کے ۱ء۳ ارب مسلمانوں کی اکثریت اس قسم کی انتہا پسندی کو اسلامی تعلیم کے مطابق قرار نہیں دیتی لیکن پھر بھی گزشتہ سالوں میں اس ذہنیت نے ترقی کی ہے۔ چنانچہ مضمون نگار نے خاص طور پر سوڈان، مصر، ایران، الجیریا اور ترکی میں ہونے والے بعض واقعات کا حوالہ دیا ہے جو مذہبی اشتعال کے نتیجہ میں رونما ہوئے۔ مثلاً الجیریا کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ الجیریا میں ۱۹۹۲ء میں جب فوجی حکمرانوں نے انتخابات میں اسلامک فرنٹ کی جیت کے بعد نتائج ماننے سے انکار کر دیا تھا تو اس کا شدید رد عمل ہوا اور غیر ملکیوں پر حملے شروع ہوئے۔ دسمبر ۱۹۹۳ء میں بارہ کروشین انجینئرز بڑی بے دردی سے اغوا کر کے قتل کر دئے گئے۔ اگست ۱۹۹۴ء میں پانچ فرانسیسی مار دئے گئے، لیکن غیر ملکیوں کے علاوہ اصل ظلم مقامی لوگوں پر ہو رہا ہے اور اب تک کم از کم دس ہزار افراد ان فسادات کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مقدس جنگ (Holy War) یا جہاد کے مسئلہ کو جس طرح حال کے اسلامی علماء نے جو مولوی کہلاتے ہیں سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں وہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ یہ ان کے نفسانی خیالات ہیں۔ خدا اور رسول کے فرمودات سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ان علماء کی طرف سے قرآن و سنت کی سراسر نامعقول، غلط تعبیرات و تشریحات اور متشددانہ رویہ نے امت مسلمہ کو شدید نقصان پہنچایا ہے اور اس کے نتیجہ میں دو قسم کے لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ ایک طرف وہ گروہ ہے جن کا دین اسلام سے ہی اعتبار اٹھ گیا ہے۔ اور بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین اور استنبول کے عزیز نسن جیسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جن کا کہنا ہے کہ قرآن کا قانون اب پرانا ہو چکا ہے اور جب کوئی ایسا اعلان کرتا ہے تو علم و حکمت سے عاری ملاں جن کی غیر اخلاقی، انسانیت سوز حرکتوں کی وجہ سے یہ لوگ اسلام اور قرآن سے دور ہوئے ان کے قتل کے فتوے جاری کرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ سادہ لوح نادان عوام ہیں جن کو یہ ملاں اپنے پرجوش وعظوں سے وحشی صفت درندہ بنا کر انسانیت کی تمام پاک خوبیوں سے بے نصیب کر رہے ہیں۔ ان نادان مسلمانوں کے ہاتھوں جتنے بھی ناحق کے خون بہائے جا رہے ہیں یقیناً ان سب کا گناہ بھی ان مولویوں کی گردن پر ہے جو "لا اکراہ فی الدین" کی واضح تعلیم کے برعکس جبر و تشدد کے ذریعہ اپنے نظریات کے پھیلانے اور خون ریزی کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اس عقیدہ جہاد پر جو سراسر غلط اور قرآن و حدیث کے برخلاف ہے اس قدر جمے ہوئے ہیں کہ جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانتا ہو اور اس کے برخلاف ہو اسے واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ریڈرز ڈائجسٹ میں شائع شدہ اس مضمون میں مضمون نگار بیان کرتا ہے کہ مشہور نوبل انعام یافتہ مصری ادیب نجیب محفوظ نے اس ذہنیت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جس پر ایک دن اس پر چاقو سے حملہ کیا گیا اور ۶۲ سالہ مصری جج سعید اشوامی اپنی جان کے خوف سے چھپ کر زندگی بسر کر رہا ہے کہ اس نے اعلان کیا تھا کہ قرآن میں اس قسم کی انتہا پسندی نہیں پائی جاتی جس پر انتہا پسند اس کی جان کے درپے ہیں۔ الغرض ایک طرف جہاں جہاد یا مقدس جنگ کے متعلق مسلمان علماء کے غلط نظریات نے امت مسلمہ کا چہرہ سرخ کر دیا ہے وہاں دوسری طرف اسلام کے مخالف دوسرے مذاہب اور مغربی ممالک کو خود یہ موقعہ فراہم کیا ہے کہ وہ اسلام کو ایک دہشت گرد اور خونی مذہب کے طور پر ہی دیکھیں اور اس سے خوفزدہ رہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ان سب اسلامی ممالک میں بے امنی اور باہم قتل و غارت اور خونریزی کی جو کیفیت پائی جاتی ہے اس کا اصل اسلامی جہاد یا مقدس جنگ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو اسلام کے پاک نام پر ایک خونی داغ اور دھبہ ہے اور یہ Holy War نہیں بلکہ Un Holy War ہے۔ "جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں کو پڑھتا ہے اور قرآن کو دیکھتا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کاربند ہو رہے ہیں یہ اسلامی جہاد نہیں ہے بلکہ یہ نفس امارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمع خام سے ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں............ جاہل مولویوں نے، خدا ان کو ہدایت دے، عوام کالانعام کو بڑے دھوکے دئے ہیں اور بہشت کی کنجی اسی عمل کو قرار دیا ہے جو صریح ظلم اور بے رحمی اور انسانی اخلاق کے برخلاف ہے"۔

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے آج سے سو سال قبل مسلمانوں کو جہاد کے متعلق ان غلط تصورات سے باز آنے کی نصیحت کی مگر افسوس کہ اکثر مسلمانوں نے اس پر کان نہیں دھرا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ دن بدن ذلیل اور رسوا ہوتے چلے جا رہے ہیں آپ نے فرمایا:

"لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو جائے گا تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ مسیح نہ تلوار اٹھائے گا اور نہ کوئی اور زمینی ہتھیار ہاتھ میں پکڑے گا بلکہ اس کی دعا اس کا حربہ ہو گا اور اس کی عقد ہمت اس کی تلوار ہو گی۔ وہ صلح کی بنیاد ڈالے گا اور بکری اور شیر کو ایک ہی گھاٹ پر اکٹھے کرے گا اور اس کا زمانہ صلح اور نرمی اور انسانی ہمدردی کا زمانہ ہو گا۔ ہائے افسوس کیوں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ تیرہ سو برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مونہہ سے کلمہ یضع الحرب جاری ہو چکا ہے......... اے اسلام کے عالمو اور مولویو! میری بات سنو! میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب جہاد کا وقت نہیں ہے۔ خدا کے پاک نبی کے نافرمان مت بنو۔ مسیح موعود جو آنے والا تھا آ چکا اور اس نے حکم بھی دیا کہ آئندہ مذہبی جنگوں سے جو تلوار اور کشت و خون کے ساتھ ہوتی ہیں باز آ جاؤ

باقی صفحہ نمبر ۴ پر

## احادیث النبی ﷺ

وَعَنْ وَحْشِي بِنْ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِيه عَنْ جَدِّه اَنَّ اَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰه ﷺ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰه: اِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ. قَالَ فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ قَالُوا نَعَمْ. قَالَ فَاجْتَمِعُوا عَلٰى طَعَامِكُمْ واذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ يُبَارَكْ لَكُمْ.
(رَوَاهُ اَبُو دَاود)

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ سے عرض کیا ہم کھاتے پیتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو انہوں نے کہا ہاں۔ فرمایا اپنے کھانے پر اکٹھے ہو جاؤ اور اللہ کا نام لو تمہارے لئے اس میں برکت کی جائے گی۔

(۱)

پھر مجھے اندلس بلانے لگا ۔۔۔ میں بھری کشتیاں جلانے لگا
کھل رہے ہیں قفس کے دروازے ۔۔۔ کون آیا ہے؟ کون جانے لگا؟
اپنی طاقت کے بل پہ اک ناداں ۔۔۔ ہم فقیروں کو آزمانے لگا
پہلے پوچھا ہمارا نام پتہ ۔۔۔ پھر ہمیں گالیاں سنانے لگا
ہم نے اس کو پیام زیست دیا ۔۔۔ وہ ہمیں موت سے ڈرانے لگا
اس کو چین آسکا نہ کرسی پر ۔۔۔ میں سرِدار مسکرانے لگا
اس نے گل کر دیئے چراغ تو میں ۔۔۔ اشک در اشک جھلملانے لگا
آنکھ سے آنکھ تک چراغ جلے ۔۔۔ شہر کا شہر جگمگانے لگا
جو مسلط رہا تھا سال ہا سال ۔۔۔ نام تک اس کا بھول جانے لگا

دل تشکر کے جشن میں مضطر
فرط لذت سے جھوم جانے لگا

★★★★★★★★★★★★★★★★

(۲)

بال جب آئینے میں آنے لگا ۔۔۔ عکس اندر سے ٹوٹ جانے لگا
آنکھ باقی رہی نہ تصویریں ۔۔۔ آئینہ آئینے کو کھانے لگا
تھک نہ جائیں مری نحیف آنکھیں ۔۔۔ آتے آتے نہ اب زمانے لگا
ہم نے صدیوں کو سہہ لیا ہنس کر ۔۔۔ اب نہ لمحوں کے تازیانے لگا
منزلوں کو اجالنے والے ۔۔۔ قافلوں کو کسی ٹھکانے لگا
آنکھ آئینہ عکس سب تیرے ۔۔۔ کون یہ درمیان میں آنے لگا
لا الہ کا ہو یا انا الحق کا ۔۔۔ کوئی نعرہ کسی بہانے لگا

معترض کچھ تو پوچھ مضطر سے
کوئی الزام ہی پرانے لگا

(محمد علی)

بقیہ **ارشادات عالیہ** جو ایک وقت آ کر اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل نہ کرے تو دہریت کا جامہ پہن لیتا ہے اور وہی رنگ دل کو دیتا ہے جس سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں پر ایک اور بڑی آفت جو آ پڑی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو دینی علوم سے مطلق مس نہیں ہوتا۔ پھر جب وہ کسی ہیئت دان یا فلسفہ دان کے اعتراض پڑھتے ہیں تو اسلام کی نسبت شکوک اور وساوس ان کو پیدا ہو جاتے ہیں، تب وہ عیسائی یا دہریہ بن جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں ان کے والدین بھی ان پر ظلم کرتے ہیں کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے ذرا سا وقت بھی ان کو نہیں دیتے، اور ابتداء ہی سے ایسے دھندوں اور بکھیڑوں میں ڈال دیتے ہیں جو انہیں پاک دین سے محروم کر دیتے ہیں۔

یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے۔ جب ڈاڑھی نکل آئی، تب "ضرب یضرب" یاد کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہو گا۔ طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصہ میں ایسا حافظہ کبھی بھی نہیں ہوتا............ مختصر یہ کہ تعلیمی طریق میں اس امر کا لحاظ اور خاص توجہ چاہئے کہ دینی تعلیم ابتداء سے ہی ہو۔ اور میری ابتداء سے یہی خواہش رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔

(ملفوظات جلد اول [مطبوعہ لندن] صہ ۶۸ تا ۷۱)

(دوسری قسط)

# کوئی قوم دنیا میں عظیم قربانی پیش نہیں کر سکتی جب تک اس قوم کی خواتین اپنے مردوں کے ساتھ نہ ہوں

## آپ کی اگلی نسلوں کی قربانیوں کی روح کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ ان کو علم ہو کہ ان کی مائیں کیا تھیں، ان کی بہنیں کیا تھیں، ان کی نانیاں دادیاں کیا چیز تھیں، کس طرح انہوں نے احمدیت کی راہ میں اپنے خون کے قطرے بہائے اور اس کی کھیتی کو اپنے خون سے سیراب کیا

### احمدی مسلم خواتین کی قربانیوں کا روح پرور، ولولہ انگیز تذکرہ

[سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یکم اگست ۱۹۹۲ء کو جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر احمدی مستورات سے خطاب]

آمنہ خاتون اہلیہ نذیر احمد صاحب مبشر کا ذکر گزر چکا ہے۔ حضرت مولوی جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ کا ذکر گزر چکا ہے۔ نصرت جہاں اہلیہ مولوی امام دین صاحب مرحوم ابھی زندہ ہیں اور کافی بیمار ہیں، کمزور ہو چکی ہیں، ان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ انہوں نے بھی متفرق اوقات میں بیس سال اپنے خاوند سے علیحدہ گزارے ہیں اور ان کی اولاد بھی بہت کم اپنے والد کو جانتی تھی۔ زیادہ تر انڈونیشیا میں رہے ہیں۔ مکرمہ بیگم صاحبہ اہلیہ قریشی محمد افضل صاحب یہ خدا کے فضل کے ساتھ ایسی صابرہ خاتون ہیں ستائیس سال سے زائد عرصہ اپنے خاوند سے جدائی میں گزارا اور کبھی ایک لفظ تک زبان پر نہیں لائیں۔ میں جب یہ تاریخ مطالعہ کر رہا تھا، مقرر کئے ہوئے تھے احمدی علماء تا کہ میری مدد کریں تو مجھے بھی حیرت ہوئی کہ یہ اتنی خاموشی کے ساتھ وقت گذار گئی ہیں اور ہماری تاریخ کی کتابوں میں بھی کہیں ان کا ذکر نہیں ملتا۔ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد سعید صاحب انصاری، انہوں نے ساڑھے سترہ سال انصاری صاحب سے علیحدگی میں وقت گزارا۔ انصاری صاحب خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔ امۃ المجید صاحبہ اہلیہ محمد صدیق صاحب گورداسپوری، یہ بھی خدا کے فضل سے زندہ ہیں، بیمار ہیں، اور دعاؤں کی محتاج ہیں۔ میرا ان سے تعارف تو وقف جدید کی ڈسپنسری میں ہوا تھا۔ ان کے میاں امریکہ یا کہیں اور تبلیغ کے لئے گئے ہوئے تھے، بچے بیمار ہوتے تھے تو میرے پاس لے کر آیا کرتی تھیں۔ اور اب میں نے جب چھان بین کی ہے تو مجھے اب پتہ لگا ہے کہ بیس سال یہ اپنے خاوند سے جدا رہی ہیں۔ امۃ العزیز صاحبہ اہلیہ مرزا محمد ادریس صاحب آپ کے ہاں آتی جاتی ہیں، لجنہ والوں نے شاید کبھی نوٹس بھی نہ لیا ہو کہ یہ کیا چیز ہے اور وہ بھی اپنی زندگی کا بہترین حصہ اپنے خاوند سے علیحدہ گذار چکی ہیں یعنی بیس سال تک مسلسل یا وقفے وقفے سے انہوں نے اپنے خاوند کی جدائی میں دن کاٹے ہیں۔ پھر حمیدہ خاتون صاحبہ اہلیہ عبدالرشید صاحب رازی ہیں۔ یہ دونوں خدا کے فضل سے بقید حیات ہیں خدا تعالیٰ ان کو بھی خوشیوں سے معمور صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ چودہ سال تک یہ اپنے خاوند سے جدا رہیں۔ مکرمہ نسیم صاحبہ اہلیہ عطاء اللہ صاحب کلیم، بارہ سال تک علیحدہ رہیں۔ مکرمہ مجیدہ بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ جلال الدین صاحب قمر گیارہ سال تک علیحدہ رہیں۔ مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ اقبال احمد صاحب غضنفر گیارہ سال تک۔ مکرمہ امۃ الحمید صاحبہ اہلیہ عبدالشکور صاحب ساڑھے گیارہ سال تک۔ مکرمہ نصیرہ نزہت اہلیہ حافظ بشیرالدین عبیداللہ صاحب دس سال اور مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ بشیر احمد صاحب قمر (جو ہمارے پرائیویٹ سیکرٹری ہیں نصیر احمد صاحب قمر ان کی والدہ مرحومہ) یہ ساڑھے دس سال تک اپنے خاوند سے الگ رہیں۔ مبارکہ نسرین صاحبہ اہلیہ محمد اسماعیل صاحب منیر دس سال تک، امۃ المنان قمر اہلیہ میر غلام احمد صاحب نسیم گیارہ سال تک اور آمنہ صاحبہ اہلیہ مقبول احمد صاحب ذبیح سولہ سال تک، بشارت بیگم صاحبہ اہلیہ ملک غلام نبی صاحب پونے تیرہ سال، اور شاہدہ صاحبہ اہلیہ منصور بشیر صاحب ساڑھے گیارہ سال۔ باقی تو چونکہ سینکڑوں مبلغین ہیں، سینکڑوں بیویاں ہیں، جنہوں نے جدائی میں مختلف وقت کاٹے ہیں ان کی قربانیوں کا تذکرہ تو ممکن ہی نہیں یہ چند نمونے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

کس جذبے کے ساتھ، کس ولولے کے ساتھ ماؤں نے اپنے بچے پیش کئے تھے اور ان کی جدائیاں برداشت کیں ان کا بھی ذکر بڑا طویل ہے۔ ابھی تو آپ نے بیویوں کی قربانیاں سنی ہیں، ماؤں کا بھی یہ حال تھا۔ ایک نمونہ آپ کے سامنے تازہ رکھتا ہوں۔ مقبول احمد صاحب ذبیح ایک لمبے عرصہ تک باہر تھے ان کی والدہ جنہوں نے ۱۹۸۳ء میں وفات پائی ہے وہ بستر مرگ پر تھیں۔ اپنی بیماری کے دنوں میں وہ اپنے بیٹے مقبول احمد ذبیح کو بہت یاد کیا کرتی تھیں۔ اس سے متاثر ہو کر ان کے دوسرے عزیزوں نے ایک دن عرض کیا کہ کیا ہم حضور اقدس کی خدمت میں درخواست کریں کہ ابا جان کو بلا لیا جائے۔ فرمایا نہیں میں نے اپنے بیٹے کو وقف کیا ہے میں مطالبہ کر کے وقف کی روح کے خلاف نہیں کرنا چاہتی۔ جب حضور خود چاہیں گے بلا لیں گے بلکہ اپنی بیماری کی بھی مجھے اطلاع نہیں دی تا کہ ان کی وجہ سے میری پریشانی سلسلے کے کاموں میں روک نہ بن سکے۔ یہ درست ہے کہ جب بھی کسی بیمار ماں یا بیمار بیوی کے متعلق مجھے اطلاع ملتی ہے تو بلا تاخیر میں ان کے بچوں یا خاوندوں وغیرہ کو واپس جانے کا حکم دیتا ہوں چاہے وہ پسند کریں یا نہ کریں ان کو جبراً واپس بھجوایا جاتا ہے۔ کیونکہ ورنہ میرے دل کو اس سے بڑی گہری تکلیف پہنچتی ہے اور اب تو جماعت اللہ کے فضل سے بہت توفیق پا چکی ہے۔ اب کوئی وجہ نہیں کہ بے وجہ قربانیاں گھسیٹی جائیں۔ قربانیاں دینے کا جو وہ عظیم دور تھا وہ اور رنگ کی قربانیاں تھیں۔ اب جماعت اور رنگ کی قربانیوں میں داخل ہو گئی ہے۔ لیکن انہوں نے مجھے پتہ ہی نہیں لگنے دیا۔ ایسی حالت میں وفات پا گئیں کہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ کیا کیفیت تھی کس طرح انہوں نے اپنے بچوں کو روک رکھا تھا کہ مجھے اطلاع نہ دیں۔

ایک واقعہ ایک ماں اور بچے کے آپس میں معاملے کا ہے اور بہت ہی دلچسپ ہے۔ مکرمہ نذیر بیگم صاحبہ جو مولوی عبدالرحمان صاحب انور کی بیگم ہیں۔ ان کا واقعہ ہے وہ لکھتی ہیں کہ میں ایک دن اپنی ساس امۃ العزیز کے ساتھ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ سے ملنے گئی تو انہوں نے پوچھا کہ عبدالرحمان کہاں ہے۔ یعنی مولوی عبدالرحمان صاحب انور کی والدہ سے پوچھا کہ عبدالرحمان کہاں ہے تو ان کی والدہ نے کہا کہ وہ گورنمنٹ میں ملازم ہو گیا ہے۔ اب اس خبر پر عام طور پر انسان کہتا ہے کہ اچھا اچھا الحمدللہ مبارک ہو بہت بہت۔ حافظ روشن علی صاحب کا جواب سنئے۔ حافظ صاحب نے جو لیٹے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے زانو پر ہاتھ مار کر کہا جب ناک پونچھنا نہ آتا تھا تو ہمارے حوالے کر دیا اور جب کسی قابل ہوا تو گورنمنٹ کو دے دیا۔ یہ کون سا انصاف ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں حافظ صاحب کی گرجدار آواز سن کر تھر تھر کانپنے لگی۔ میں نے گھر آ کر انور کو خط بھجوایا کہ استعفیٰ دے کر فوراً آ جاؤ۔ ان کا جو جواب آیا وہ پندرہ سولہ کڑی شرائط پر مشتمل تھا اور آپ سوچیں گی کہ وہ شرائط کیا ہیں بڑی سخت شرائط تھیں کہ میں آؤں گا لیکن میری یہ شرطیں ہیں اگر آپ کو منظور ہے تو آؤں گا ورنہ نہیں آؤں گا۔ وہ ساری شرطیں تو کہتی ہیں مجھے یاد نہیں رہیں لیکن تین شرطیں جو نمایاں تھیں کہتی ہیں کہ مجھے یاد ہیں۔ وہ یہ تھیں کہ جب جہاں اور جتنی دیر کے لئے بھیجیں گے چلا جاؤں گا اس شرط کے ساتھ استعفیٰ دوں گا کہ میں آپ کو ابھی متنبہ کر دیتا ہوں کہ وقف کے بعد مجھے خلیفۃ المسیح جب جہاں اور جتنی مدت کے لئے بھیجیں گے چلا جاؤں گا۔ اگر تنخواہ نہیں دیں گے تو مطالبہ نہیں کروں گا۔ اگر مجھے کہیں گے کہ کنویں میں چھلانگ لگا دو تو لگا دوں گا بعد میں رونا نہیں۔ ان کی والدہ نے لکھا مجھے شرطیں منظور ہیں چلے آؤ۔ اور اس کے بعد تا زندگی کامل وفا کے ساتھ وہ سلسلے سے وابستہ رہے اور وقف کے تمام تقاضے پورے کئے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک وقت میں تحریک جدید میں یہی افسر تھے، یہی کلرک تھے، سارا کام انہیں کے سپرد ہوتا تھا۔ اس تحریک کے دفتر کے پاس ہم کھیلتے کھیلتے گزرا کرتے تھے تو دن کو بھی ان کو موجود پایا رات کو بھی وہاں بجلیاں جلی ہوتی تھیں اور کئی آدمیوں کا کام یہ تنہا کرتے رہے اور ساری عمر یہی ان کا دستور رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے۔ اس وقت بھی یہی عالم تھا۔ تو وقف کی روح کو جیسا کہ انہوں نے کڑی شرطیں خود پیش کی تھیں انہیں شرطوں کے مطابق تا زندگی نبھاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اس ماں کو بھی جس ماں نے اس بچے کو دنیا سے ہٹا کر دین کی خدمت میں پیش کر دیا۔ عجیب مائیں تھیں وہ، عجیب بیویاں تھیں جن کے ہاتھوں میں احمدیت پل کر جوان ہوئی ہے۔

مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم کی بیگم کا ذکر کیا ہے۔ جب ان کو سالٹ پانڈ بھجوایا گیا تو بالکل ان پڑھ تھیں اور کوئی زبان نہیں آتی تھی ابھی بھی اردو نہیں آتی پنجابی بولتی ہیں صرف۔ تو یہ کہتی ہیں کہ میں جب گئی تو بڑی پریشانی ہوئی کہ میں کروں گی کیا۔ میری کوئی عمر ہے سیکھنے والی تو انہوں نے کہا اچھا یہ کرتی ہوں کہ مقامی زبان سیکھتی ہوں عام عورتوں سے۔ اس میں تو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی عمدہ زبان سیکھی کہ غالباً اپنے خاوند سے بھی اس زبان میں آگے بڑھ گئیں اور پھر بہت تربیت کی ہے عورتوں کی۔ ان کو قرآن سکھایا، نماز سکھائی اور ہر رنگ میں دینی تربیت دی اور یہ بھی خاموش طبیعت تو خیر نہیں ہیں لیکن بہر حال الگ الگ رہنے والی۔ جماعت کے کاموں میں کوئی خاص ان کا ذکر نہیں ملتا لیکن غانا کی تاریخ میں ان کا نام انشاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے داستان تو بڑی دلچسپ بھی ہے، دردناک بھی ہے، ایسی ہے کہ اسے انسان بیان بھی کرتا رہے اور سنتا بھی چلا جائے لیکن وقت کی کمی حائل ہے اور مجبوری ہے۔ ابھی بھی میرا خیال ہے کہ میں صرف چند منٹ تک اور آپ کے ساتھ یہاں رہوں گا کیونکہ پھر دوسرے پروگرام شروع ہونے والے ہیں۔

پارٹیشن کے دنوں میں جب قادیان میں ارد گرد سے بڑے سخت حملے ہو رہے تھے۔ جتھے آ رہے تھے، بہت ہی خطرناک حالات تھے ان دنوں میں کچھ لوگ درویش بن کر قادیان میں رہ گئے اور ان کی تعداد تین سو تیرہ عمداً مقرر کی گئی تبرک کے طور پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے جنگ بدر میں ساتھی تین سو تیرہ تھے۔ تو ایک نیک فال کے طور پر


MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

حضرت مصلح موعودؓ نے تین سو تیرہ مجاہدین پیچھے چھوڑے۔ ان میں سے بہت فوت ہو چکے ہیں، بہت سے زندہ ہیں۔ لیکن ان کے نام تو ملتے ہیں ان ماؤں اور بہنوں کے نام نہیں ملتے اور بیویوں کے جنہوں نے قربانیوں پر ان کو اکسایا اور ان کو قائم رکھا ان کی قربانیوں کی حفاظت کی اور خاموشی سے اپنے جذبات کی قربانیاں پیش کرتی رہیں۔ ایک خاتون ان میں سے اہلیہ صاحبہ مستری نور محمد صاحب گنج مغل پورہ تھیں۔ اپنے بیٹے محمد لطیف امرتسری کو انہوں نے خط لکھا " آج قادیان میں رہنا بہت مجاہدہ ہے۔ تم نہایت استقلال اور جوانمردی سے حفاظت مرکز کی ڈیوٹی دیتے رہو اور اگر اس راہ میں جان بھی دینی پڑی تو دریغ نہ کرو۔ یہ یاد رکھو تم پر ہم تبھی خوش ہونگے جب کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس بستی قادیان کی حفاظت میں قربانی کا وہ اعلیٰ درجے کا نمونہ دکھاؤ جو ایک احمدی نوجوان کے شایان شان ہے۔ گھبراؤ نہیں خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا ہم تمہارے ماں باپ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں استقامت بخشے"۔

پھر مکرم خواجہ محمد اسماعیل صاحب بمبئی کی بیگم محترمہ حبیبہ صاحبہ نے لکھا "کل حضرت امیرالمومنین کا ایک مضمون " جماعت احمدیہ کے امتحان کا وقت" الفضل ۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا ہے (اپنے خاوند کو لکھ رہی ہیں) وہ آپ کو بھیج رہی ہوں۔ گو پہلے بھی میں نے آپ کو قادیان رہنے سے روکا نہیں تھا لیکن کل حضور کا مضمون پڑھنے کے بعد میں نے سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میں اپنا سارا سرمایہ شرح صدر سے تیرے رسول کی تخت گاہ کی حفاظت کے لئے پیش کرتی ہوں اور اے میرے خدا تو قادر ہے تو ان کو دین کی خدمت کا موقع دیتے ہوئے بھی اپنی حفاظت میں رکھ ۔ آمین۔ اس وقت میں زیادہ نہیں لکھ سکتی اللہ تعالیٰ قادیان کو سلامت رکھے اور سلامتی کے ساتھ ہمیں ملائے آمین"۔

محترمہ امتہ اللطیف صاحبہ لاہور نے اپنے خاوند مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب کو ایک خط میں لکھا " اب میری بھی یہی نصیحت ہے اور اماں جی کی بھی یہی نصیحت ہے (ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے ڈاکٹر محمد احمد صاحب اور ان کی بہو اماں جی کہتی ہیں تو مراد حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی بیگم ہیں جو اب فوت ہو چکی ہیں) اب میری بھی یہی نصیحت ہے اور اماں جی کی بھی یہی نصیحت ہے کہ وہاں پر خدا کے بھروسے پر بیٹھے رہیں اللہ تعالیٰ وہاں پر حفاظت کرے گا اور ایمان رکھنے والوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ آپ اجازت لینے کی بھی کوشش نہ کریں ہم سب کو خدا کے حوالے کر دیں۔ میری طرف سے آپ اطمینان رکھیں میں اتنی بزدل نہیں ہوں۔ میرا ایمان اللہ تعالیٰ پر مضبوط ہے اگر اس کی طرف سے ابتلاء آنا ہے تو ہر طرح آنا ہے بس یہی دعا ہے کہ وہ ہر طرح ثابت قدم رکھے اور ہمارا ایمان کسی طرح متزلزل نہ ہو جائے"۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی تاریخ کا یہ خط ہے۔

ہمارے ایک واقف زندگی مقصود احمد صاحب مرحوم کے ساتھ میرا پرانا تعلق رہا۔ وہاں کنری میں فیکٹری میں ہوا کرتے تھے ۔ بہت ہی نیک مزاج، نیک فطرت، خاموش صبر و رضا کے لحاظ سے، ویسے باتیں کافی کر لیتے تھے۔ یہ ہمارے مولود صاحب مرحوم جو امام مسجد لندن رہے ہیں ان کے بھائی تھے۔ ان کی بیگم صالحہ عفیفہ بہت ہی مخلص اور فدائی تھیں انہوں نے اپنے خاوند کو قادیان جب ہوا کرتے تھے لکھا " آپ سوچتے ہونگے کہ میری بیوی بھی کیسی دنیادار ہے کہ ایک دفعہ بھی اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے جو قربانی کی گئی ہے جس کا دل پر ہرگز ملال نہیں ہونا چاہئے مگر سچ پوچھئے اور یقین جانئے میں یہ باتیں پوشیدہ رکھنا چاہتی تھی۔ میں سوچتی تھی کہ اپنے جذبات ظاہر کر کے خواہ مخواہ ریاکار بنوں۔ مگر پھر دل نے کہا کہ خاوند سے بھی کوئی بات پوشیدہ رکھی جاتی ہے۔ اس لئے اب میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں بالکل مطمئن ہوں اور اپنے آپ میں بہت خوشی محسوس کرتی ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس شاندار قربانی کا موقع عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ایسی کتنی ہونگی جن کی قربانیوں کو زبان نہیں ملی وہ اس وہم میں مبتلا، خاموشی اور صبر کے ساتھ وقت گزار گئیں۔ کہیں خدا نخواستہ ہمارا یہ اظہار ریاکاری میں شامل نہ ہو جائے۔ بہرحال ایک عظیم طویل داستان ہے احمدی خواتین کی قربانیوں کی، جو حقیقت میں نہ ختم ہونے والی ہے اور قیامت تک جاری ہونے والی ہے۔ آپ جو اپنی قربانیوں سے داستانیں لکھ رہی ہیں وہ بھی زندہ رہیں گی اور ہمیشہ ہمیش کے لئے عزت اور احترام کے ساتھ پڑھی جائیں گی اور سنی جائیں گی اور کل آپ کی کوکھ میں پیدا ہونے والے بچے جو قربانیاں پیش کریں گے ان کی قربانیاں بھی تا ابد زندہ رہیں گی اور زندہ جاوید رہیں گی۔

خواتین کا قوموں کو بنانے اور بگاڑنے میں سب سے بڑا ہاتھ ہوا کرتا ہے۔ یہی احمدی خواتین اگر سنگھار پٹار کی عادی ہوتیں یعنی اس شوق میں مبتلا ہو چکی ہوتیں ویسے تو ہر عورت کا حق بھی ہے، شوق بھی ہے، طبعی بات ہے، سجنا اس کی فطرت میں داخل ہے، لیکن ایک سجنا ہوتا ہے سطحی نظر کے ساتھ۔ توفیق ملے تو ٹھیک ہے۔ ایک ہوتا ہے کہ عورت سجنے کی غلام بن جایا کرتی ہے۔ جو عورتیں اپنی سجاوٹ کی غلام ہو جایا کرتی ہیں وہ قوم کے لئے کبھی کچھ نہیں کر سکتیں۔ وہ خواتین ہی ہیں جو قوم کے لئے ہمیشہ عظیم قربانی کیا کرتی ہیں جن کی اولیت مقاصد میں ہوا کرتی ہے۔ دنیا دار قوموں میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں گو بہت کم، لیکن ہوتی ہیں۔ مقاصد کے لئے قربانی پیش کرنا دراصل یہ وہ چیز ہے جو کسی انسان کو جاودانی بنا دیا کرتی ہے۔ احمدی خواتین میں خدا کے فضل کے ساتھ مقاصد کے لئے قربانی پیش کرنے کا جذبہ اتنا زیادہ ہے اور کثرت سے ملتا ہے کہ اس کا شمار ممکن نہیں ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے لازم ہے کہ کبھی کبھی اس داستان کو دہرایا جاتا رہے تاکہ ان کے لئے دعاؤں کی بھی تحریک ہوتی رہے اور آئندہ آنے والی نسلیں ان سے جوش اور ولولہ حاصل کریں۔

سیدہ رشیدہ بیگم صاحبہ نے اپنے بیٹے سید سعید احمد صاحب قادیانی متعلم جامعہ احمدیہ قادیان کو لکھا " عزیزم قادیان میں رہو۔ آج آپ لوگوں کے امتحان کا وقت ہے۔ دعا ہے کہ خدا تم کو امتحان میں کامیاب کرے۔ دوبارہ تاکید ہے کہ بلا اجازت حضرت امیرالمومنین کے کسی صورت میں بھی قادیان سے نہ آئیں۔ کیونکہ اب ایمان کی آزمائش کا وقت ہے ۔ خدا سے دعا ہے کہ تم اپنے ایمان کا بہتر نمونہ دکھاؤ اور دین کے ستارے بن کر چمکو اور دنیا کے لوگوں کے لئے رہنما بنو"۔

نصیرہ نزہت صاحبہ نے ضلع گجرات سے اپنے شوہر حضرت حافظ بشیرالدین صاحب عبیداللہ مرحوم کے نام خط میں لکھا" خوش رہیں ۔ کامیابی اور کامرانی کی مرادیں دیکھیں۔ قادیان کے جھنڈے کو بلند کرنے والوں میں سے ہوں اور دعا بھی کریں کہ خدا کا نام پھیلانے والوں میں ہمارا بھی نام ہو۔ میں جب سے یہاں آئی ہوں کس طرح دن گزرتے ہیں اور کس طرح ستارے گنتے گنتے راتیں کٹتی ہوں گی لیکن زبان سے اگر کوئی لفظ نکلتا ہے تو یہی کہ اے قادیان کی بستی تجھ پر لاکھوں سلام اور اے قادیان میں رہنے والے جانبازو تم پر لاکھوں درود"۔

سیالکوٹ کے ایک احمدی نوجوان غلام محمد صاحب ابن مستری غلام قادر صاحب جو قادیان کی بستی کی حفاظت کے لئے سیالکوٹ سے گئے تھے ان کی والدہ نے ان کے نام خط لکھا جو دراصل ان کی شہادت کی پیش گوئی بن گیا، وہ لکھتی ہیں " بیٹا! اگر اسلام اور احمدیت کی حفاظت کے لئے تمہیں لڑنا پڑے تو کبھی پیٹھ نہ دکھانا" ۔ اس سعادت مند اور خوش قسمت نوجوان نے اپنی بزرگ والدہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ کی نصیحت پر اس طرح عمل کیا کہ قادیان میں احمدی عورتوں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان دے دی مگر دشمن کے مقابلے میں پیٹھ نہ دکھائی۔ مرنے سے پہلے اس نوجوان نے اپنے ایک دوست کو اپنے پاس بلایا اور اپنے آخری پیغام کے طور پر اس نے یہ لکھوایا " مجھے اسلام اور احمدیت پر پکا یقین ہے۔ میں ایمان پر قائم جان دیتا ہوں۔ میں اپنے گھر سے اسی لئے نکلا تھا کہ میں اسلام کے لئے جان دوں گا۔ آپ گواہ رہیں کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور جس مقصد کے لئے جان دینے کے لئے آیا تھا میں نے اس مقصد کے لئے جان دے دی۔ جب میں گھر سے چلا تھا تو میری ماں نے نصیحت کی تھی کہ "بیٹا دیکھنا پیٹھ نہ دکھانا" ۔ میری ماں سے کہہ دینا کہ تمہارے بیٹے نے تمہاری وصیت پوری کر دی اور پیٹھ نہیں دکھائی اور لڑتے ہوئے مارا گیا۔

کتنے شہید ہیں جن کی شہادت کے فیض میں ان کی مائیں، بہنیں، بیویاں شامل ہوا کرتی ہیں۔ ان کے فیض سے جو ثواب عطا ہوتا ہے اس میں وہ شامل ہوتی ہیں۔

لیکن انسان کا علم محدود ہے، اس کی یادداشت محدود ہے، وہ لکھ نہیں سکتا لیکن یاد رکھیں کہ آئندہ نسلوں کی عظمت اور ان کی سربلندی میں آج کی ماؤں کا اتنا گہرا دخل ہے اگر خدانخواستہ آج کی مائیں کوتاہی دکھا دیں تو آئندہ آنے والی نسلیں سرنگوں ہو جائیں گی اور ہمیشہ کے لئے اسلام کو شرمندہ کرنے کا موجب بن جائیں گی۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ کو اس سے کیا غرض کہ کوئی دیکھ رہا ہے یا نہیں دیکھ رہا اور اکثر خواتین کے حالات سے تو دنیا بے خبر ہوتی ہے، ان کو کیا پتہ کہ گھر میں کس حالت میں گزارا کیا، کس مصیبت سے وقت کاٹا، کس طرح اپنے بچوں کی بھوک اور تکلیفوں اور بیماریوں کو برداشت کیا۔ یہ ساری وہ داستانیں ہیں جو نہ لکھی جا سکتی ہیں، نہ لکھنے والوں کو میسر آ سکتی ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ ہمارا خدا اپنے بندوں کی ادنیٰ سے ادنیٰ قربانیوں پر بھی نگاہ رکھتا ہے اور اپنے فضلوں سے نوازتا چلا جاتا ہے۔ ان قربانیاں کرنے والوں کے حالات پر غور کریں جن میں سے کچھ کا ذکر میں نے آپ کے سامنے کیا ہے اور اب ان کی اولادوں کو دیکھیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کو کیسے کیسے فضلوں سے نوازا ہے۔ کس طرح دنیا میں عزتیں دیں، کس طرح دین میں ان کو مستحکم کیا اور دین اور دنیا دونوں لحاظ سے وہ ہمیشہ کے لئے سرفراز اور سرخرو ہو گئے۔ خدا کرے احمدی خواتین کو ہمیشہ احمدیت اور اسلام اور خدا کی خاطر قربانیوں میں صف اول میں مقام عطا رہے اور ہمیشہ اسی مقام کی حفاظت کرتے ہوئے اس جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں بلند کرتے ہوئے وہ آگے بڑھتی رہیں۔

ابھی مضمون کے بہت سے حصے باقی ہیں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے انشاء اللہ یہ مضمون سلسلہ وار جاری رہے گا۔ اب میں دعا کے بعد آپ سے اجازت چاہوں گا دعا میں شامل ہو جائیں۔

---

**بقیہ اداریہ**

تواب بھی خون ریزی سے

باز نہ آنا اور ایسے وعظوں سے منہ بند نہ کرنا طریق اسلام نہیں ہے"۔

اسی طرح فرمایا:

" دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں ۔ وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔ مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے ۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو۔ جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا ۔ سو میں حکم دیتا ہوں کو جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور درد مندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین پر صلح پھیلا دیں کہ اس سے ان کا دین پھیلے گا"۔

پس مقدس جنگ وہ نہیں ہے جو آج مصر اور الجیریا اور افغانستان اور ایران اور پاکستان وغیرہ میں ایک دوسرے کا خون بہا کر کی جا رہی ہے۔ بلکہ مقدس جنگ وہ ہے جو آج جماعت احمدیہ اپنے نفسوں کو پاک کرنے کے لئے دوسروں کا خون بہا کر نہیں بلکہ اپنی جانوں اور اپنے اموال و اولاد کی قربانیاں دیتے ہوئے دنیا بھر میں کر رہی ہے ۔ اور یہ وہ مقدس جنگ ہے جو بنی نوع انسان کی زندگی اور بقا کے لئے جماعت احمدیہ مسلمہ لڑ رہی ہے اور یہی وہ مقدس جنگ اور اسلامی جہاد ہے کہ جس کے مقدر میں فتح لکھ دی گئی ہے۔

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

# خطبہ جمعہ

## علم و حکمت کے اوپر بہت زور دینے کی ضرورت ہے اور روحانی اور دینی علوم کو اور دوسرے ہر قسم کے علوم کو جو حکمت کے تابع بیان ہوئے ہیں ان کو جماعت میں ترویج دینے کی بہت ضرورت ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۱۰ فروری ۱۹۹۵ء مطابق ۱۰ تبلیغ ۱۳۷۴ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾ .

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝
هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورۃ الجمعہ ۲،۳)

پھر فرمایا: حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت کے چار عظیم فرائض جو آپ کے سپرد تھے اور آپ کی رسالت کا خلاصہ ہیں اس آیت کریمہ میں بیان فرمائے گئے ہیں جس کی میں نے تلاوت کی ہے۔ اول مقصد ہر رسول کی بعثت کا خدا تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنانا ہوتا ہے اور اسی طرح باقی تین مقاصد بھی جو بیان ہوئے ہیں وہ بھی دراصل رسالت کے مقاصد ہیں مگر بطور خاص حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات میں یکجائی صورت میں جس شان اور جس اعلیٰ ترتیب کے ساتھ قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں ایسا ذکر دوسری کتابوں میں نہیں ملتا۔ اس تفصیلی بحث کی خاطر آج یہ میں نے تلاوت نہیں کی بلکہ اس کے ایک حصے پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

اول یہ کہ وہ آیات پڑھتا ہے اور ان آیات کی تلاوت کے نتیجے میں اللہ کو بندوں کے قریب کر دیتا ہے اور بندوں کو یہ توفیق ملتی ہے کہ ان آیات کے ذریعے براہ راست اپنے رب سے تعلق قائم کر سکے اور جوں جوں یہ تعلق براہ راست قائم ہوتا چلا جاتا ہے ان کا تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اور یہ تزکیہ نفس بھی محتاج رہتا ہے رسول کی صحبت کا، رسول کے اعلیٰ اور پاکیزہ اثر کا۔ اور کوئی ایسی بات نہیں جو از خود حاصل ہو رہی ہو۔ بظاہر براہ راست تعلق تو ہوتا ہے لیکن محمد رسول اللہ کی تلاوت کے نتیجے میں جب وہ آیات تلاوت کرتا ہے تو اس میں ایک غیر معمولی طاقت پائی جاتی ہے سچائی کی۔ اور وہ سچائی کی طاقت ہے جو خدا کو گویا سامنے لا کر کھڑا کرتی ہے۔ پھر اس رسول کے ایمان اور اس کی تقویت کے نتیجے میں جس خدا کو یہ رسول دیکھتا ہے اس خدا کو اس کے غلام دیکھنے لگتے ہیں اور ان کے نتیجے میں آمنے سامنے گویا ایمان قائم ہو گیا۔ اس کے نتیجے میں تزکیہ نفس ایک لازمی چیز ہے۔ تزکیہ نفس کا تعلق علم سے اتنا نہیں جتنا کسی طاقتور ہستی کی موجودگی کے احساس سے ہے۔ انسانی قوانین میں بھی یہی بات ہے جو بنیادی طور پر کار فرما ہے اگر ایک انسان کو علم ہو کہ میں ایک طاقتور قانون کی نظر میں ہوں جس کے ہاتھ مضبوط ہیں اور لمبے ہیں اور مجھے پہنچ سکتے ہیں تو جب تک یہ شعور موجود ہے یہ احساس موجود ہے انسان گناہ نہیں کر سکتا یعنی دنیا کا گناہ بھی نہیں کر سکتا۔

تو دراصل تلاوت آیات کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جس کامل یقین اور شان اور قوت کے ساتھ تلاوت آیات کرتے ہیں وہ دلوں میں ڈوبتی چلی جاتی ہے اور غائب خدا کو گویا حاضر کرتی چلی جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں ایسے لوگوں کا تزکیہ ایک طبعی اور لازمی امر ہے مگر رسول کی برکت کے نتیجے میں اس کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ وہی رسول آج بھی زندہ ہے یعنی روحانی اثرات کے لحاظ سے اور تلاوت بھی موجود ہے مگر وہ اثر دکھائی نہیں دے رہا جو اس زمانے میں ظاہر ہوا اور جس کا قرآن کریم گواہ بن گیا۔ وہ سنتے تھے اور پاک ہوتے چلے جاتے تھے تو صحبت رسالت ایک بہت ہی عظیم کام ہے جو رسالت کے فرائض میں شامل ہے اور اس کی ضرورت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ تلاوت اپنی جگہ مگر رسول کی ذاتی صحبت اور اس کے تقدس سے تزکیہ حاصل کرنا یہ مضمون بھی ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔

پھر فرمایا "ویعلمهم الکتاب والحکمة" وہ انہیں کتاب کا علم بھی دیتا ہے اور حکمت کا علم بھی دیتا ہے۔ "یعلم" کا جو فعل ہے دونوں پر چسپاں ہو رہا ہے۔ "یعلمهم الکتاب" یعنی ان کو کتاب سکھاتا ہے "ویعلمهم الحکمة" اور ان کو حکمت سکھاتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کے متعلق یعنی علم اور حکمت کے مضمون سے متعلق میں چند احادیث آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ علم اور حکمت ایک ایسی دائمی چیزیں ہیں جو اگر رسول موجود نہ بھی ہو تو اس کی خیر و برکت کو قوم میں جاری کرنے کا ایک بہت ہی اہم ذریعہ ہیں۔ اور علم و حکمت ایک زمانے میں رسالت کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہیں اس لئے علم و حکمت کے اوپر بہت زور دینے کی ضرورت ہے اور روحانی اور دینی علوم کو اور دوسرے ہر قسم کے علوم کو جو حکمت کے تابع بیان ہوئے ہیں ان کو جماعت میں ترویج دینے کی بہت ضرورت ہے اور رمضان کا مہینہ خاص طور پر چونکہ مقاصد رسالت کو قائم کرنے اور جاری کرنے میں بہت ہی مفید اور ممد مہینہ ہے اور ہمارے یہ کام جو آنحضورؐ کی غلامی میں ہم نے اپنے اوپر فرض کر رکھے ہیں ان کو یہ مہینہ آسان بنا دیتا ہے، اس لئے علم و حکمت سے تعلق میں کچھ نصیحتیں میں آج آپ کو کرنی چاہتا ہوں تاکہ رمضان کی برکت سے وہ اثر جو پہلے نہیں ہو سکا اب اس مہینے کی برکت سے وہ اثر قائم ہو اور اس کے نتیجے نکلیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں یہ ابن ماجہ کی حدیث ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم
(ابن ماجہ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

کہ علم کا طلب کرنا یہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اب یہ دیکھیں فریضہ استاد سے ہٹا کر شاگرد پر ڈال دیا گیا ہے استاد جو محمد رسول اللہ کا غلام ہے اور محمد رسول اللہ کے نقش قدم پر چلتا ہے اس نے تو علم پھیلانا ہی پھیلانا ہے لیکن جنہوں نے اس سے فائدہ اٹھانا ہے ان پر اگر فرض نہ کیا جائے تو وہ ہلکے انداز میں بعض دفعہ باتوں کو لیتے ہیں اور اس پیروی کو ایک زائد خدمت کے طور پر سمجھتے ہیں کی تو بہتر ہے، نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ اس غلط فہمی کا ازالہ ہمیشہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے فرما دیا کہ "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" اگر تم مسلمان کہلاتے ہو تو یاد رکھو علم کی طلب کرنا اور کرتے چلے جانا یہ تمہاری شخصیت کا حصہ بن چکے ہیں اور اس کو چھوڑ کر تم حقیقی معنوں سے مسلمان نہیں کہلا سکتے۔

پھر ابن ماجہ ہی کی ایک حدیث ہے۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الصدقۃ ان یتعلم المرء المسلم علما ثم یعلمہ اخاہ المسلم۔ (ابن ماجہ باب ثواب معلم الناس الخیر)

اب یہاں بھی ہمیں اساتذہ کی جو ضرورت ہے اس کا رستہ بھی وہی تجویز فرمایا جو پہلی حدیث میں بیان کیا ہے۔ فرمایا ہے مسلمان پر فرض ہے کہ وہ علم سیکھے پھر سکھائے۔ یعنی استاد بننے کے لئے بھی ذمہ داری طالب علم پر ہے۔ وہ پہلے علم سیکھے اور پھر آگے اس کو جاری کرے اور اپنے بھائیوں میں اس طرح علم کی ترویج کرے۔

پھر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں یہ الترغیب والترہیب سے حدیث لی گئی ہے۔

"عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینۃ والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منہ"

(الترغیب والترہیب باب الترغیب فی اکرام العلماء)

کہ علم حاصل کرو اور وقار اور سکینت کو اپناؤ۔ وقار سے مراد علم سے متعلق ایسا رویہ اختیار کرنا ہے کہ علم کی تم قدر کرتے ہو، اس کی عظمت کو پہچانتے ہو اور ہلکی پھلکی بات کے طور پر نہیں لیتے بلکہ پورا وزن دیتے ہو اس بات کو اس کو وقار کہتے ہیں۔ وقر ویسے وزن کو کہتے ہیں اور بوجھ کو بھی کہتے ہیں مگر وقار لفظ ہمیشہ اعلیٰ معنوں میں، عظمت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ علم کی توقیر کرو۔ اسے بلند مرتبہ سمجھو اور پھر علم حاصل کرو اور سکینت کو اپناؤ۔ سکینت افراتفری کے علم حاصل کرنے والے پر چسپاں نہیں ہوتا۔ لفظ سکینت۔ آیا بیٹھا بے چین ہوا کچھ حاصل کیا بھاگ گیا۔ اس کو سکینت کا علم نہیں کہتے۔ علم سیکھنے کے لئے جہاں علم کا وقار اور اس کی عظمت کا دل میں جانشین ہونا ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ سیکھنے والا تسکین سے تسلی سے سیکھے اور اس کو کہیں اور جانے کی افراتفری نہ ہو بلکہ وہاں جم کے سمجھے کہ ہاں مجھے یہیں لطف آ رہا ہے اور یہی میرے وقت کا بہترین مصرف ہے۔ اس کے بغیر لفظ تسکین اس طالب علم پر چسپاں نہیں ہو سکتا جو آیا گیا، سرسری نظر سے دیکھا، کچھ ملا تو ٹھیک، نہ ملا تو واپس۔

> **تزکیہ نفس کا تعلق علم سے اتنا نہیں جتنا کسی طاقتور ہستی کی موجودگی کے احساس سے ہے۔ اگر ایک انسان کو علم ہو کہ میں طاقتور قانون کی نظر میں ہوں جس کے ہاتھ مضبوط ہیں اور لمبے ہیں اور مجھے پہنچ سکتے ہیں تو جب تک یہ شعور موجود ہے، یہ احساس موجود ہے، انسان گناہ نہیں کر سکتا**

پھر فرمایا "وتواضعوا لمن تعلمون منہ" اور جن سے تم علم سیکھتے ہو ان سے بھی انکسار کا معاملہ کرو۔ ان سے ادب اور احترام کا معاملہ کرو کیونکہ اس سے علم پڑھانے والے کو علم سکھانے والے کو بھی تقویت نصیب ہوتی ہے اور علم کا مرتبہ بڑھتا ہے۔

یہ جو علم سکھانے والے کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ ہے، یہ محض دینی علم سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ دنیا کے تمام علوم سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دنیا کی تمام قومیں جہاں علم پڑھانے والوں کا وقار اٹھ گیا جہاں ان کا احترام باقی نہیں رہا ان کے ہاں علمی معیار ہمیشہ تنزل اختیار کر گیا ہے۔ اور آج انگلستان میں بھی یہ بحث اب بہت زور سے اٹھائی جا رہی ہے کہ ہمارے طالب علم اپنے استادوں کی عزت نہیں کرتے ان کا احترام نہیں کرتے ان کا کوئی ادب ان کے دل میں نہیں۔ نتیجتاً اب وہ گستاخ اور بدتمیز ہو چکے ہیں بلکہ بعض استادوں پر حملے کرتے ہیں اور ان استادوں کو کوئی تحفظ نہیں ہے نتیجتاً استادوں کے دل میں بھی علم سکھانے کا شوق باقی نہیں رہا کہاں یہ جان ڈال کر ایسا کیا کرتے تھے اور اب کہتے ہیں ٹھیک ہے جس نے سیکھنا ہے سیکھے باقی جائیں جہنم میں جو مرضی کریں۔ پس علم کو گہرا نقصان پہنچتا ہے اگر طالب علم تعلیم دینے والے کی عزت نہ کرے۔ ہندوستان میں کسی زمانے میں یہ خوبی بہت تھی کہ استاد کی گہری عزت پائی جاتی تھی اور محاورہ "زانوئے ادب تہہ کرنا" یہ بھی اس بات کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ ادب سے گھٹنے ٹیک کر، زمین پر لگا کر، تہہ کر کے بیٹھا کرتے تھے لیکن پھر رفتہ رفتہ یہ چیزیں اٹھنی شروع ہو گئیں۔ آج سے بہت پہلے یہ تنزل شروع ہوا ہے اور اکبر الہ آبادی نے اس مضمون کو یوں باندھا ہے ؎

دن وہ بھی تھے کہ خدمت استاد کے عوض ☆ دل چاہتا تھا ہدیہ دل پیش کیجئے

ایسا بھی زمانہ تھا کہ جب استاد ہماری خدمت کیا کرتا تھا کہ دل سے یہ آواز اٹھا کرتی تھی کہ اتنے عظیم محسن کے لئے تو ہدیہ دل پیش ہونا چاہئے۔

بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق

اب زمانہ ایسا بدل گیا ہے کہ سبق کے بعد لڑکا کہتا ہے

"کہتا ہے ماسٹر سے کہ بل پیش کیجئے

جو بھی تم نے کرنا تھا کر لیا اب پیسے مانگو اور جاؤ چھٹی کرو۔ اور یہ جو بل پیش کرنا ہے یہ بھی دراصل دونوں طرف کے انحطاط کا منظر پیش کرتا ہے کیونکہ عموماً جب تعلیم کے ساتھ اجرت لگ جائے اور تعلیم کا جذبہ اور شوق اساتذہ کو لوگوں کو تعلیم دینے پر آمادہ نہ کرے اس پر اکسائے نہیں بلکہ محض ٹیوشن کی طلب ہو تو پھر لازماً یہی ہوگا کہ پیسوں کی خاطر تم پڑھاتے تھے لو پیسے لو اور چھٹی کرو۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے قرآنی تعلیم کے پیش نظر آیات کو نہ بیچنے کا ایک یہ بھی مفہوم سمجھا ہے کہ قرآن کی تعلیم جہاں تک ممکن ہے وہ بغیر معاوضے کے ہو، اس شوق میں ہو کہ قرآن پڑھایا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسے بہت سے درس قائم ہو چکے ہیں، عورتیں بھی اور مرد بھی قطعاً معاوضہ نہیں لیتے اور اسی روح کو بہت زیاد ترقی دینے کی ضرورت ہے اور مزید رائج کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر وہ اساتذہ جو استاد کے طور پر نوکر ہوں اگر قرآن پڑھانا ہی ان کے فرائض میں ہے تو روپیہ حرام نہیں ہرگز اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ قرآن کی آیات بیچتے ہیں۔ اس کا دراصل اور مفہوم ہے مگر ضمناً اس مضمون کو اگر زیادہ آگے بڑھایا جائے تو یہ بھی اس سے شائستہ تعلیم ہمیں ملتی ہے کہ قرآن کریم کو محض قرآن پڑھانے کی محبت میں پڑھاؤ نہ کہ کوئی ذاتی منفعت اس سے وابستہ کر دو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک اور حدیث ہے جو ابن ماجہ سے لی گئی ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن حیثما وجدھا فھو احق بھا

(ابن ماجہ ابواب الزہد باب الحکمۃ)

کہ مومن کے نزدیک، مومن کا طرز عمل علم کی طرف یہ ہے اور "یعلمھم الکتاب والحکمۃ" میں علم کے ساتھ حکمت کو جو باندھا گیا ہے اس تعلق میں یہ حکمت والی حدیث میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ "کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن" حکمت کی بات تو مومن کو یوں لگتا ہے کہ میری ہی گم شدہ چیز تھی۔ جیسے گمشدہ اونٹنی کسی کی مل جائے تو کوئی دینے والا، کوئی دکھانے والا اس لینے والے مالک کی راہ میں اور اونٹنی کی راہ میں حائل نہیں ہوا کرتا۔ کوئی مالک یہ سوچ کر شرم محسوس نہیں کرتا کہ میری اونٹنی گمی ہوئی تھی فلاں بدو نے دکھائی ہے اس لئے میں نہیں لوں گا وہ اپنا مال سمجھ کے لیتا ہے۔

پس حکمت تو مومن کی شان ہے یہ بہت ہی پیارا کلام ہے اور مومنوں کو ایک عظیم خراج ہے ان کی صفات حسنہ کا یعنی محمد رسول اللہ اپنے غلاموں سے توقع رکھتے ہیں کہ جیسا مجھے علم و حکمت سکھانے پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور فرمایا گیا ہے تم لوگ حکمت کی ایسی قدر کرنے والے ہو یا خدا کے نزدیک تمہارا یہ مقام ہے کہ حکمت کی ایسی قدر کرو کہ گویا وہ تمہارے گھر کی چیز تھی اور جہاں بھی دکھائی دے اسے قبول کرو۔ بہت ہی گہرا مضمون ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ایک طرف تو مومنوں کے رجحان کے اوپر اس سے بہتر تعریفی کلمات نہیں ہو سکتے تھے کہ حکمت تو ان کی اپنی چیز ہے انہی کو حکمت کی باتیں کرنی چاہئیں، انہی کو حکمت سونپی گئی ہے ان کو آج زمانے میں حکمت کا مالک بنایا گیا ہے اور ساتھ یہ فرمایا کہ جہاں کہیں بھی حکمت ملے بتانے والا اگر حقیر بھی دکھائی دے، غیر بھی دکھائی دے، دشمن بھی ہو تو حکمت تمہاری چیز ہے اسے قبول کرو۔

بعض لوگ کہتے ہیں جی فلاں سے یہ بات آئی ہے ہم نہیں لیتے اور چھوٹے آدمی نے بات کر دی ہے تو وہ برا مناتے ہیں۔ علم کے حصول میں اور حکمت کے حصول میں برا منانے کا مضمون داخل ہی نہیں ہے۔ یہ وہ ڈکشنری ہے جس میں یہ لفظ نہیں ملتا۔ علم بھی اور حکمت بھی۔ مومن کی ساری زندگی کا ایک پیشہ ہے اس کا۔ یا زندگی کا ایک اٹوٹ انگ ہے، زندگی کے اجزاء میں داخل ہے اس لئے کسی لمحہ بھی وہ اس سے الگ نہیں ہو سکتا اور یہ خیال کہ کسی زمانے میں ہم طالب علم تھے اب ہم عالم بن گئے ہیں اور معلم بن گئے ہیں اس خیال کو یہ تمام احادیث باطل قرار دے رہی ہیں جو ہر مومن کو متعلّم کے طور پر پیش کر رہی ہیں اور متعلّم بناتی ہیں اور پھر معلم بناتی ہیں تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نزدیک مومن کا علم کے حصول کا سفر آخری لمحے تک جاری ہے کیونکہ اگر آخری لمحہ بھی اس کا مومن ہونے کا لمحہ ہے اور اس کے بغیر اس کا سارا ایمان ضائع جائے گا تو وہ بھی حصول علم کا ہی ایک لمحہ ہے۔ پس علم سے کسی وقت بھی مومن کو اس طرح چھٹکارا نہیں ہو سکتا کہ میں اب عالم بن گیا ہوں بالکل بے وقوفوں والی بات ہے۔

مجھے بارہا یہ تجربہ ہوتا ہے بعض غلطیاں ہوتی ہیں اردو کے تلفظ میں بھی انگریزی کے تلفظ میں بھی۔ بعض الفاظ میں بعض دفعہ قرآن کریم کی تلاوت میں زیر زبر کی غلطی ہو جاتی ہے۔ تو بعض احمدی بڑی معذرت سے خط لکھتے ہیں اور جب وہ معذرت شروع ہوتی ہے مجھے سمجھ آ جاتی ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ حالانکہ معذرت کا کیا سوال وہ تو محسن ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں اس کی عزت کرو۔ تو معذرت کیسی؟ ایک طرف احسان کرتے ہو دوسری طرف معذرتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علم سیکھنے کا دور ایک دائمی دور ہے۔

ابھی چند دن ہوئے جرمنی سے ایک عزیزہ محمودہ بیگم نے خط لکھا اور بڑی معذرتیں تھیں، میں

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

سمجھ گیا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے آگے۔ بات اتنی سی تھی کہ آپ کو تلفظ کی صحیح ادائیگی کا شوق ہے میں جانتی ہوں مگر آپ نے "کانسپریسی" لفظ بولا تھا ایک جگہ تو یہ درست نہیں ہے۔ یہ لفظ "کنسپریسی" ہے تو یہ درست ہے ان کی بات مگر بعض دفعہ غلط تعلیم اگر بچپن میں ہوئی ہو تو وہ ایسے نقش ہو جاتے ہیں کہ انسان کو مدتوں صحیح لفظ سنتے ہوئے بھی پتہ نہیں چلتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور یہ سلسلہ صرف انگریزی میں نہیں اردو میں بھی ہر دوسری زبان میں جاری و ساری ہے۔ کئی دفعہ عرب جو بہت بہتر عربی جانتے ہیں وہ کوئی لفظ غلط تلفظ سے بولتے ہیں ان کی اصلاح کرتا ہوں لیکن یہ مطلب نہیں کہ میں ان پر فائق ہوں۔ عربی زبان کے علم میں وہ فائق ہیں مگر یہ علم کا مضمون ایسا ہے جو دو طرفہ چلتا ہی رہتا ہے کبھی استاد معلم کبھی شاگرد معلم۔ ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں اور اس طرح یہ ایک ایسا مضمون ہے جو ہمیشہ ہر عالم کو معلم بھی بناتا ہے اور متعلّم بھی بناتا ہے۔ تو "کانسپریسی" لفظ ہے وہ اس لئے غلط ہے کہ تلفظ میں دو حصوں میں سے یا تین حصوں میں سے جس پر زور ہو اس کے والوز (Volves) نمایاں بیان کئے جاتے ہیں جس پر زور نہ ہو اس کے والوز (Volves) کچھ مٹ جاتے ہیں تو چونکہ کان (Con) پر زور نہیں ہے اس لئے کن پڑھا جاتا ہے۔ اور یہ انگریزی کا جو طریق ہے یہ ساری زبان پر حاوی ہے اور ضربین یعنی ضربیں ہوتی ہیں جس کو Syllables کہتے ہیں ہم یعنی لفظوں کے وہ ٹکڑے جو ایک والو کے ساتھ متعلق ہو کے ایک آواز پیدا کرتے ہیں کا، نا، وا، یہ ضربیں ہیں تو وہاں سپریسی یہ نشان پڑا ہوا ہے زور کا لغت میں جس طرح سپرٹ کہتے ہیں ہم اس طرح سپریسی کہتے ہیں۔ تو جب سپریسی کہیں گے تو پھر کون نہیں کہہ سکتے پھر کنسپریسی (Consipirácy) تو یہ میں آپ کو ضمناً بتا رہا ہوں کہ یہ انگریزی زبان کا تلفظ کا ایک طریق ہے مگر ہمارے ہاں تو روز مرہ یہ چل رہا ہے سلسلہ۔ میرے ساتھ ریسرچ گروپ والے یہاں کے تعلیم یافتہ، یہاں کے جمے پلے بچے، اور بچیاں بیٹھتے ہیں کلاس میں۔ کبھی میں ان کی تصحیح کرتا ہوں کبھی وہ میری تصحیح کرتے ہیں پھر ہم ڈکشنریاں دیکھتے ہیں اور بڑا لطف آتا ہے۔ جس کی تصحیح ہو رہی ہو وہ بھی لطف اٹھاتا ہے جو تصحیح کرتا ہے اس کو بھی ایک مزہ آ رہا ہوتا ہے تو معذرتوں کی ضرورت نہیں ہے۔

> علم اور حکمت ایک ایسی دائمی چیزیں ہیں جو اگر رسول موجود نہ بھی ہو تو اس کی خیر و برکت کو قوم میں جاری رکھنے کا ایک بہت ہی اہم ذریعہ ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیں یہ اسلوب سکھلا دیا ہے اور اس سے باہر کوئی شخص نہیں ہے کہ علم سیکھنا تمہاری ذمہ داری ہے اور جو علم کی بات تمہیں بتاتا ہے اس پر غصہ نہیں کرنا۔ اس کے ساتھ عجز کا سلوک کرو، انکساری سے بات کرو، ہاں ہاں جزاک اللہ آپ نے ٹھیک کر دیا۔ اور ساتھ ہی یہ یاد رکھو کہ حکمت کی بات تو تمہاری لونڈی ہے تمہارے گھر کی چیز ہے ویسے بھی شرمندگی کو کوئی بات نہیں تمہیں اس پر ایسا حق ہے جیسے خدا نے تمہیں دے دیا ہے پھر کہیں سے ملے اسے قبول کرو۔

اور اسی ضمن میں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ درحقیقت اس خط کے بعد جب میں نے اپنے گزشتہ حالات پر غور کیا تو مجھے پتہ چلا یعنی پتہ تو پہلے ہی تھا لیکن نمایاں طور پر یہ بات ایسی سامنے آئی جو میں نے کہا میں آپ کو بھی بتاؤں کہ جو میرا طالب علمی کا زمانہ تھا وہ تو دراصل طالب علمی کا زمانہ تھا ہی نہیں وہ تو سیر و تفریح اور اپنی مرضی کی کتابیں پڑھنا اور اپنے شوق پورے کرنے کا زمانہ تھا۔ سکول تو ایک مصیبت تھی۔ میرا تو طالب علمی کا زمانہ سکول سے فارغ ہونے کے بعد یا کالج سے فارغ ہونے کے بعد شروع ہوا ہے اور اصل میں طالب علم میں خلیفہ بننے کے بعد بنا ہوں۔ ساری جماعت اللہ کے فضل سے میری معلم ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ وسیلے مجھے عطا فرمائے اور میں جو ان کو دیتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تعلیم کے مطابق علم حاصل کرتا ہوں اور علم دیتا ہوں دونوں طرف برابر کا رشتہ ہے۔ سوائے ان باتوں کے جو خدا خاص طور پر سکھلاتا ہے وہ ایک الگ مضمون ہے جس میں بندے کا بیچ میں دخل نہیں ہوتا غیب سے اللہ تعالیٰ مضامین عطا فرماتا ہے، دلوں میں ڈالتا ہے اور اس قوت کے ساتھ وہ مضامین نازل ہوتے ہیں کہ اس میں کسی انسانی تعلیم کا اس کی کوشش کا یا طالب علم کے اپنے کسی علمی نور کا دخل نہیں ہوتا تو اس کے سوا جو روز مرہ کے دستور ہیں ان میں کوئی انسان بھی علم سیکھنے سے بالا نہیں ہے۔

اور جہاں تک دنیاوی علوم کا تعلق ہے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق قطعی پکی پختہ روایت ہے کہ کھجور لگانے والوں کی ایک غلطی آپ نے دیکھی ایک دفعہ میں نے غلطی سے کہا تھا کہ پنیری ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر رہے تھے۔ وہ یہ غلطی نہیں تھی کچھ اور تھی مجھے بعد میں بتایا گیا مگر لگانے والوں کو آپ نے دیکھا کہ شاید وہ غلط کر رہے ہیں اور اس پر ان کو سمجھایا کہ کیا ضرورت ہے اس کو چھیڑنے کی اس کو یونہی رہنے دو اور وہ چونکہ قریب قریب درخت تھے وہ فصل مر گئی بعد میں حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ آپ نے تو فرمایا تھا اور ہم نے آپ کے علم اور بات کے تقدس میں ویسا ہی کیا اور ہمارے سارے درخت ضائع ہو گئے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے دین سکھانے کے لئے بھیجا ہے، ایگریکلچر سکھانے کے لئے تو نہیں بھیجا کہ زراعت سکھاؤں تم لوگوں کو۔ لیکن اس کے باوجود یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے انکسار کا ایک عجیب عظیم الشان مظہر تھا لیکن آپ نے تو ہمیں سب کچھ سکھایا ہے۔ خدا گواہ ہے اپنی ساری زندگی پر نظر ڈالتا ہوں قدم قدم پر ہر علم میں ہر معاملے میں حضرت محمد رسول اللہؐ کی محتاجی محسوس ہوتی ہے۔ کون سا علم ہے جو نہیں سکھایا۔ کھانے پینے کے آداب تک تو سکھائے۔ روزمرہ کے ملنے جلنے اٹھنے بیٹھنے صحت کے آداب۔ پس یہ مطلب اس حدیث کا نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم صرف دین سکھانے آئے تھے وہ یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ علم کے لحاظ سے گنجائش موجود ہے وہ جو خدا سے سیکھتا ہے وہ بھی ایک طالب علم ہی رہتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جب یہ کہا تو یہ انکساری کی انتہا تھی ورنہ فن حرب آپ نے سکھایا، فن کلام سکھایا، کون کون سے دنیا کے علوم تھے جو نہیں سکھائے۔ طبابت سکھائی اور بہت ہی عظیم رسول تھے کہ جن کا دائرہ فیض ہر انسانی ضرورت کے دائرے پر پھیلا ہوا تھا۔

> دنیا کی وہ قومیں جہاں علم پڑھانے والوں کا وقار اٹھ گیا، جہاں ان کا احترام باقی نہیں رہا ان کے ہاں علمی معیار ہمیشہ تنزل اختیار کر گیا ہے

پس یہ بھی بعض دفعہ علماء یہ حدیث پیش کر کے کہتے ہیں دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو زراعت کا علم نہیں تھا۔ یہ غلط ہے۔ زراعت کا ویسے تو علم نہیں تھا مگر اصول زراعت اور جو بنیادی باتیں ہیں اس کی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرمائے اور قرآن کریم میں درج تھے اور آپ نے بیان فرمانے ہی تھے۔ زراعت کے وہ امور جو بنیادی اصولوں کے طور پر ہماری رہنمائی کرتے ہیں قرآن میں موجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحتیں اس تعلق میں ہمیشہ ایک جاری فیض کا دریا بنی رہیں گی۔ پس علم حاصل کرنا اور علم حاصل کرنے سے نہ شرمانا اور علم کے حصول پر زور دینا اور علم سکھانے پر زور دینا اس لئے ہماری زندگی کا ایک اٹوٹ حصہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت کا ایک اٹوٹ حصہ تھا۔ آپ کے مقاصد کا ایک کبھی الگ نہ ہونے والا حصہ تھا جو ساری زندگی ایسا فرض تھا جو ہمیشہ آپ نے ادا فرمایا اور بہترین طریق پر ادا فرمایا ہے۔

پس اس ضمن میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جو چند باتیں ٹیلی ویژن کے ذریعہ یعنی چند علوم سے تعلق رکھنے والی باتیں جو ٹیلی ویژن کے ذریعے سکھانے کی کوشش کی جا رہی ہے اس ضمن میں میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کو ایک دفعہ پھر یاد دہانی کی ضرورت ہے کہ وہ ان باتوں کو ہلکا پھلکا نہ سمجھیں۔ بہت ہی اہم چیزیں ہیں اور انقلابی فوائد رکھتی ہیں۔ اور اگر آپ ان کو عام کریں گے اور سنجیدگی سے نصیحتوں پر عمل کریں گے اور ان معاملات میں میرے مددگار ثابت ہونگے تو اللہ تعالیٰ آپ کو جو اجر دنیا اور آخرت میں دے گا وہ تو الگ ہے لیکن یہ فیض جو جو لوگ بھی اٹھائیں گے، جو آپ کی وساطت سے پائیں گے، ان کا فیض پانا بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہوتا چلا جائے گا، اس میں سے آپ کو بھی حصہ ملتا چلا جائے گا۔ پس سنجیدگی سے ان نصائح پر عمل کریں۔ ابھی تک مجھے یہ شکوہ ہے کہ وہ لوگ جن کی ذمہ داری یہ تھی وہ بات سمجھ نہ سکے ورنہ عموماً تو جماعت ہمیشہ بہت


SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

خلوص کے ساتھ اور بڑی مستعدی سے لبیک کہتی ہے۔ پس میں یہ حسن ظن رکھتا ہوں کہ وہ کچھ لوگ بات سمجھ نہیں سکے اور جس طرح طریق کو منظم کرنا چاہئے تھا وہ نہیں کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا تم جنت کے باغوں میں سے گذرو تو خوب چرو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ریاض الجنۃ ہوتا کیا ہے آپ نے فرمایا علمی مجالس۔ (الترغیب والترھیب باب الترغیب فی مجالسۃ العلماء)۔ یعنی ان میں بیٹھو اور خوب چرو جس طرح تروتازہ گھاس میں جانور چرتے ہیں اسی طرح تم بھی چرا کرو۔ پھر حصول علم کے تعلق میں جو ٹھوکریں لگ سکتی ہیں جو خطرات ہیں ان کی بھی نشاندہی فرمائی۔ اب بتائیں کون سا ایسا حصہ ہے علم کا ایسا حصہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان نہ فرمایا ہو۔ تمام انبیاء نے مل کر اپنی امتوں پر جتنی محنت فرمائی ہے جو ہمارے پاس ریکارڈ پہنچا ہے اس ریکارڈ کی رو سے میں کہتا ہوں جو باتیں ان کی نہیں بیان ہوئیں اللہ بہتر جانتا ہے مگر جو ریکارڈ ہم تک پہنچا ہے تمام انبیاء کا اپنی امت کی خدمت کرنا ایک طرف رکھ دیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جس جانکاہی سے اپنی امت کی خدمت فرمائی ہے وہ ایک طرف تو محمد رسول اللہؐ کا پلڑا بہت ہی بھاری رہے گا۔ کوئی نسبت ہی نہیں رہتی۔ اتنی تفصیل ملتی ہے اس معاملے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی امت کے لئے ان کے علم بڑھانے، علم سکھانے، حکمت سکھانے، تربیت کرنے وغیرہ وغیرہ پر جتنا زور دیا جس تفصیل سے جس باریکی سے تمام ضروری مطالب کو کھول کھول کر بیان فرمایا۔ اس کی کوئی مثال کسی دنیا کے نبی کی روایات میں خواہ کچی روایات ہی ہوں وہ بھی اکٹھی کر لیں ان میں بھی نہیں ملے گی مبالغے والی روایات میں بھی وہ مثال نہیں ملتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سلسلے میں مستند روایات سے ہمیں آنحضورؐ کی محنت کا علم ہوتا ہے۔

> قرآن کی تعلیم جہاں تک ممکن ہے وہ بغیر معاوضے کے ہو، اس شوق میں ہو کہ قرآن پڑھایا جا رہا ہے اور اللہ کے فضل سے جماعت میں ایسے بہت سے درس قائم ہو چکے ہیں۔ عورتیں بھی اور مرد بھی قطعاً کوئی معاوضہ نہیں لیتے اور اسی روح کو بہت زیادہ ترقی دینے کی ضرورت ہے اور مزید رائج کرنے کی ضرورت ہے

فرمایا، تم علم اس غرض سے حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعے دوسرے علماء کے مقابلے میں فخر کر سکو۔ علم اس غرض سے نہیں ہے کہ تم تفاخر کے لئے استعمال کرو اس کے ذریعہ۔ نہ اس لئے حاصل کرو کہ جہلاء میں اپنی بڑائی اور اکڑ دکھا سکو کہ بیٹھو جہلاء میں باتیں کرو کہ جی مجھے یہ آتا ہے اور تمہیں یہ نہیں آتا یہ سب لغو باتیں ہیں اور ناپسندیدہ باتیں ہیں۔ جھگڑے کی طرح نہ ڈالو اور نہ اس علم کی بناء پر اپنی شہرت اور نام و نمود کے لئے مجلسیں جماؤ۔ جو شخص ایسا کرے گا یا ایسا سوچے گا اس کے لئے آگ ہی آگ ہے اسے مصائب و بلیات اور رسوائی کا سامنا کرنا ہو گا۔ (ابن ماجہ باب الانتفاع بالعلم)۔

اب یہ وہ چیز ہے جس کے لئے دعا کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ انسان خود جتنا اپنے نفس سے غافل ہوتا ہے اتنا شاید اور کسی چیز سے غافل نہ ہو کیونکہ بسا اوقات انسان ساری زندگی اپنے ساتھ گذارا کرتا ہے اور اپنے آپ کو نہیں جانتا۔ بعضوں کی مرتے وقت آنکھ کھلتی ہے، بعضوں کی اس وقت بھی نہیں کھلتی، یوم حشر ہی کو کھلے گی جب ان کا حساب ہو گا، جب ان کی جلدیں ان کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ تو یہ مضمون ایسا ہے جو دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

بسا اوقات انسان کے ساتھ اس کے نفس کی نمود اس کی ذہنی طاقتوں کے ساتھ ساتھ کام کر رہی ہوتی ہے۔ نفس کے نمود کی تمنا اس کے اندر ایسی دبی ہوئی ہے کہ ہر کوشش، ہر معاملے میں وہ شیطان کی امنیہ کی طرح اس کی سوچوں پر، اس کی نیتوں پر، اس کے اعمال پر اثر ڈال رہی ہوتی ہے۔ پس اس معاملے میں بھی علم کے معاملے میں بھی یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جیسا چاہتا ہے ویسا ہم علم سیکھیں اور اپنی طرف سے ایسا علم نہ حاصل کریں جو ہمارے لئے نقصان کا موجب بنے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بیان فرماتے ہیں ابن مسعود کی روایت ہے اور ترمذی سے لی گئی ہے کہ، اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ اور خوش حال رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور آگے اسے پہنچایا جس طرح اس نے سنا تھا کیونکہ بہت سے ایسے لوگ جن کو بات پہنچائی گئی ہے سننے والوں سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں اور تفقہ کی طاقت رکھتے ہیں۔ (ترمذی کتاب العلم باب الحث علی تبلیغ السماع)۔

پس یہ بھی ایک بہت ہی ضروری حصہ علم کو ترویج دینے کا ہے کہ جہاں بھی کوئی اچھی علم کی آپ بات سنیں خواہ آپ کو پوری طرح سمجھ آئے یا نہ آئے اسے من وعن آگے پہنچانے کی کوشش کریں کیونکہ اس سے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو سنتے ہیں انہیں سمجھ آ جاتی ہے۔ حض کیا بہت سے ایسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشادات ہیں جو چودہ سو سال کے بعد آج بھی خدا کے بعض بندوں کو سمجھ آتے ہیں اور بیچ میں بڑے بڑے غور اور فیض پانے والے موجود رہے لیکن پوری طرح سمجھ نہ سکے اور آئندہ زمانے میں بھی یہی ہو گا۔

قیامت تک کے رسول ہونے کا ایک یہ بھی معنی ہے کہ آپ کی باتیں مختلف زمانوں میں اظہار کے لئے مخفی طور پر موجود ہیں لیکن جب ان کے اظہار کا زمانہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ خود ایسے بندوں کی تربیت کرے گا، ان کی رہنمائی فرمائے گا جن کو ان کا شعور عطا ہو گا اور پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتوں کو سمجھ کر وہ اپنے زمانے کو فیض پہنچائیں گے۔ پس یہ بھی ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دائمی معلم ہونے کا ثبوت ہے پہلے لوگوں کے خلاف کوئی گستاخی نہیں کہ وہ نہیں سمجھ سکے تھے آج کیسے بعض لوگ سمجھ گئے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتیں بھی ان خزائن کی طرح ہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہمارے پاس محفوظ ہیں لیکن ہم ان کو نازل کرتے ہیں حسب قدر، حسب ضرورت، حسب موقع۔ جب ضرورت پیش آتی ہے ہم ان خزائن کو اس طرح نکالتے ہیں گویا وہ نازل ہو رہے ہیں، پہلی دفعہ گویا تم نے دیکھے ہیں۔ پس جیسی کتاب ہے ویسا ہی رسول ہے ویسی ہی گہرائیاں اس کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ پس کسی زمانے میں اس کی باتوں کی کنہہ کہ پالینا نہ پہلوں کی تخفیف ہے، نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ایسی بات کر دی جو چودہ سو سال سمجھ نہیں آئی آج سمجھ آنی تھی۔ اس لئے کہ وہ وقت وہی تھا خدا کے نزدیک اور قرآن کا جو بیان ہے یہ دائمی ہے کہ بعض اوقات بعض خزائن ہیں جو وقت کے اوپر خدا کی تقدیر کے تابع اتارے جاتے ہیں اور روشن کئے جاتے ہیں۔

> تم لوگ حکمت کی ایسی قدر کرنے والے ہو یا خدا کے نزدیک تمہارا یہ مقام ہے کہ حکمت کی ایسی قدر کرو کہ گویا وہ تمہارے گھر کی چیز تھی اور جہاں بھی دکھائی دے اسے قبول کرو

ایک اور موقع پر ایک صحابی ابو حنیفہؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک مجمع سا لگا ہوا ہے تو میں نے توجہ کی اپنے والد سے پوچھا یہ کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ صحابی عبداللہ بن حارث زبیدی نے یہ مجلس لگائی ہوئی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتیں کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں میں دوڑ کر اس مجمع میں داخل ہوا تو سنا کہ یہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص بھی تفقہ فی الدین پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے اور ایسی ایسی جگہوں سے رزق کے سامان مہیا کرتا ہے کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں۔ (مسند الامام الاعظم، کتاب العلم)۔

پس تفقہ فی الدین سے مراد یہ ہے کہ دینی احکام پر غور کرتے رہنا اور ان کی حکمتوں تک رسائی کی کوشش کرنا اور یہ "یعلمھم الکتاب والحکمۃ" کے جو دوسرے پہلو ہیں اس کی طرف توجہ دلانے والی نصیحت ہے۔ علم تو ہے لیکن اس علم کی کنہہ، اس کی غرض و غایت، اس کے اندرونی راز، کن معنوں میں اس کو دوسروں پر چسپاں کیا جا سکتا ہے یا اور دوسری چیزوں پر چسپاں کیا جا سکتا ہے، بہت وسیع مضمون ہے۔ لیکن خلاصہ یہی ہے کہ علم حاصل کرنا کافی نہیں جب تک اس میں ڈوب کر اس میں مضمر حکمتیں، اس کے اندر پوشیدہ عقل کی گہری باتوں تک آپ کی رسائی نہ ہو۔ اور فرمایا جو ان باتوں میں وقت صرف کرتا ہے اس کے رزق میں برکت دی جاتی ہے۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ رزق کی برکت سے اس کا بظاہر کیا تعلق ہے لیکن اسی بات میں ڈوب کر دیکھیں تو سمجھ آ جائے گی کیونکہ ہر علم میں دبے ہوئے خزانوں ہی کا نام حکمت ہے اور جو شخص دنیا کے خزانوں کی جستجو کی بجائے علوم کے خزانوں کی جستجو کرتا ہے اور ان کی تہہ تک اترتا ہے وہ چونکہ روحانی اور علمی خزانوں کو ترجیح دیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ دنیا کے لحاظ سے اس کا ضامن بن جاتا ہے اور جس اعلیٰ مقصد کی خاطر اس نے ادنیٰ چیزوں سے صرف نظر کی تھی اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بھی اس کا غلام بنا کر اس کے پیچھے چلاتا ہے۔ ایک یہ بھی معنی ہے اور ایک یہ بھی معنی ہے کہ جنہوں نے علوم کی تہہ تک اترنے میں پورا انہماک کیا خواہ وہ دنیا کے علوم ہی تھے ان کے لئے خدا تعالیٰ نے بے شمار دولتیں اور خزائن اسی تفقہ کے نتیجے میں پیدا فرما دئے۔ پس دنیا میں جتنی بڑی امیر قومیں ہیں، جتنی بڑی طاقتور قومیں ہیں وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اس فرمان کی برکت سے عظیم اور طاقتور بنی ہیں

SUPPLIERS OF FROZEN AND FRIED MEAT SAMOSAS, VEGETABLE SAMOSAS, CHICKEN SAMOSAS & LAMB BURGERS - PARTIES CATERED FOR
KHAYYAMS
280 HAYDONS ROAD, LONDON SW19 9TT - TEL: 081 543 5882

اگرچہ انہوں نے براہ راست سنا نہیں ہے مگر حکمت کی بات تو دائمی ہوتی ہے ہر زمانے میں زندہ رہتی ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو اس بات کا رزق میں برکت سے تعلق جوڑ رہے ہیں یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے۔ بہت ہی گہرا مضمون ہے اور حقیقی اور دائمی مضمون ہے۔ پس آج بھی اگر آپ دنیوی علم میں بھی تفقہ حاصل کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اموال میں، آپ کے قومی اموال اور طاقت اور آپ کی وجاہت میں برکت ڈالے گا۔ اور ایسی قومیں پھر غریب نہیں رہتیں جو علم کے نیچے اتر کر اس کی تہہ تک جا کر ان کی حکمتوں کی تلاش کرتی ہیں۔ اور انفرادی طور پر وہ لوگ بھی جو دین کے معاملے میں تفحص کرتے ہیں اور گہری کھوج لگا کر علم کی باتوں کی تلاش کرتے ہیں، ان کی تہہ تک پہنچتے ہیں ان سے یہ خدا تعالیٰ کا ایک اور اس رنگ میں بھی وعدہ پورا ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے اموال میں برکت ملتی ہے، ان کی اولاد کے اموال میں برکت ملتی ہے۔ بعض دفعہ نسلاً بعد نسل وہ ان برکتوں کو کھاتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ صحابہ جنہوں نے تفقہ میں بہت زیادہ وقت صرف کیا ہے اور محنت کی ہے اور لوگوں کے لئے فیض کا موجب بنے ان کی اولادیں دنیا میں پھیلی ہوئی۔ بہت ہی خدا تعالیٰ سے رزق اور فضل میں انعام یافتہ ہیں مگر پتہ نہیں ان میں سے کسی کو احساس بھی ہے کہ نہیں یا سب کو احساس ہے کہ نہیں کہ یہ وہ ان کے آباء و اجداد نے جو تفقہ فی الدین کیا تھا یہ اسی کی برکت ہے کہ ان پر دنیا کے خزانے بھی انڈیلے جا رہے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتیں ایسے معلم کی باتیں ہیں جس کو خدا نے علم سکھایا ہے اور ان باتوں کو ہلکی نظر سے دیکھنے سے آپ کا اپنا نقصان ہوگا، ان میں ہی ڈوبیں تو یہ تفقہ فی الدین ہے۔

> علم حاصل کرنا اور علم حاصل کرنے سے نہ شرمانا اور علم کے حصول پر زور دینا اور علم سکھانے پر زور دینا اس لئے ہماری زندگی کا اٹوٹ حصہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت کا ایک اٹوٹ حصہ تھا

حضرت ابو قتادہؓ کی روایت ہے ابن ماجہ سے لی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا بہترین چیزیں جو انسان اپنی موت کے بعد پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ تین ہیں نیک اولاد جو اس کے لئے دعا گو ہو، صدقہ جاریہ جس کا ثواب اسے پہنچتا رہے گا اور ایسا علم جس پر اس کے بعد والے عمل کرتے رہیں۔ (ابن ماجہ باب ثواب معلم الناس)۔ تو علم کو عمل سے جوڑ دیا ہے اور حقیقی علم وہی ہے جس پر عمل ہو سکے اور جس کے نتیجے میں عمل سے فائدہ پہنچے۔ ورنہ وہ علم جو زبانی کلامی بحثوں سے تعلق رکھتا ہے جیسے بعض دانشور اکٹھے مجلسیں لگاتے اور بظاہر علم کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں لیکن اس کے پیچھے کوئی عمل بعد میں نہیں آتا۔ نہ ان کی باتیں کسی عمل کا تقاضا کرتی ہیں نہ کسی بعد میں آنے والے عمل کی نشان دہی کرتی ہیں۔ دلچسپ مجلسیں ہیں خواہ شعراء کی ہوں یا دوسرے دانشوروں کی ہوں، تبصرہ نگاروں کی ہوں، وہ تو ان میں بیٹھنا ہے، اٹھنا ہے اور واپس چلے جانا ہے اور کوئی بھی روشنائی ایسی نہیں ملتی جو راہ عمل دکھائے اس راہ عمل پر چل کر کوئی فائدہ پہنچ سکے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم علم کے تعلق میں اپنے لئے یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے میرے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو بے فائدہ ہے۔ کیسی اہم دعا ہے۔ علم کا مضمون مکمل نہیں ہوتا اس دعا کے بغیر۔ اس دل سے جس میں تیرا خشوع نہیں۔ میں اس دل سے بھی پناہ چاہتا ہوں جس میں تیرا خوف اور تیرے سامنے عاجزی نہیں ہے یہ عین سے خشوع ہے جس کا مطلب ہے عجز اور جھکنا تیرے حضور۔ اس دل سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے حضور بچھا نہیں رہتا، اس نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو سیر نہیں ہوتا

.......

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے لئے یہ دعا مانگا کرتے تھے ایک یہ کہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو بے فائدہ ہے۔ اس دل سے جس میں تیرے حضور عاجزی اور تیرے حضور بچھ رہنا نہیں ہے۔ اس نفس سے جو سیر ہی نہیں ہوتا۔ اب یہاں یاد رکھیں کہ سیری سے مراد علم کی سیری یہاں نہیں ہے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ بات کے موقع محل کے مطابق معنے صحیح کئے جائیں۔ علم سے سیری کا تو کوئی مضمون دکھائی ہی نہیں دیتا کہیں۔ علم تو ایک جاری چیز ہے وہ تو ہمیشہ ہی جب طلب بجھتی ہے تو طلب پیدا کر جاتا ہے اور دو چیزوں میں یہ بات پائی جاتی ہے ایک جہنم میں اور ایک حصول علم میں۔ اور اسی طرح خدا تعالیٰ کے وصال کے تعلق میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے گویا جنت اور جہنم دونوں اس حیثیت سے ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ جہنم میں بھی ہر بد جو اپنے نفس کی خواہش رکھتا ہے وہ سیر نہیں ہوتا اور یہاں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ بد انسان جو سیر ہی نہ ہو جس کے گناہ ہوتے چلے جائیں اور پھر مزید کی طلب باقی رہے اس کی جہنم بھی ایسی ہی بنے گی کہ جب خدا پوچھے گا کہ تو سیر ہو گئی تو یہ کہے گی "ھل من مزید" اور بھی کچھ ہے اور بھی کوئی جہنمی ہے تو ڈال۔ کیونکہ یہ تو طلب نہ ختم ہونے والی طلب ہے یعنی ہر جہنمی جہنم کی تخلیق کرتا ہے اصل میں اور اس کا مزاج جہنم کا مزاج بن جاتا ہے لیکن یہ جو سیری ہے یہ اس سیری کا نہ ہونا اس کا نیکی سے بھی تعلق ہے اور وصال الٰہی سے بھی تعلق ہے اور یہاں وہ مضمون بیان نہیں ہو رہا یہ میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ وہاں بھی یہی مزاج ہے کہ سیری نہیں ہوتی۔ اور پھر اس دعا سے پناہ مانگتا ہوں جو قبول نہیں کی جاتی۔ یہ مضمون ایسا ہے جسے ٹھہر کر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ بعض دفعہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں کچھ دیر کے بعد قبول بھی ہو جاتی ہیں۔ یہ کون سی دعا ہے جس سے پناہ مانگی جا رہی ہے۔ ایسی دعا جو الٰہی منشاء کے خلاف ہو جس میں بندے کی رضا کا خدا کی رضا سے ٹکراؤ ہو فرمایا وہ دعا ہے جو قبول نہیں کی جاتی۔ یعنی نہ آج نہ کل۔ نہ جلد نہ بدیر۔ اس لئے اے خدا وہ دعا میرے دل میں ڈال ہی نہ وہ طلب ہی میرے دل میں پیدا نہ کر جس کو میں مانگوں تو وہ تو نے قبول کرنی ہی نہیں کیونکہ وہ تیرے مزاج کے خلاف ہے۔

پس یہ وہ علم کا مضمون ہے جس کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے آج آپ کو بعض نصیحتیں بھی کرنی تھیں جو علمی کام سپرد ہوئے ہوئے ہیں جو ایم۔ ٹی۔ اے۔ کے ذریعے جاری ہیں جس میں عدم تعاون کی وجہ سے بعض لوگوں کی لاعلمی کے نتیجے میں اب تک ساری دنیا کی جماعت انتظار میں بیٹھی ہے کہ وہ پروگرام کیوں نہیں شروع ہو رہے۔ اس سلسلے میں پھر میں انشاء اللہ آئندہ خطبے میں روشنی ڈالوں گا اور جو وقت اس سے بچے گا وہ انشاء اللہ دوسری نصیحتوں میں صرف ہوگا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

**********

## نہایت ضروری تصحیح

الفضل کے گزشتہ شمارہ نمبر ۱۱، ۱۷ مارچ ۱۹۹۵ء میں صفحہ اول پر ارشادات عالیہ کے تحت پہلی سطر میں درج آیت قرآنی میں سہواً ایک لفظ چھوٹ گیا ہے۔ اسی طرح حوالہ میں بھی غلطی ہو گئی ہے۔ ادارہ اس فروگذاشت پر قارئین سے دلی طور پر معذرت خواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔ آیات کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ (الواقعہ: ۷۸ تا ۸۰)

اسی طرح "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا" کا حوالہ بھی سورۃ آل عمران آیت ۱۹۲ ہے۔

(ادارہ)

### مختصرات

(۵) کیا زناء بالجبر کے نتیجہ میں حاملہ ہونے والی عورت حمل اسقاط کروا سکتی ہے؟ (۶) Homosexuality کی کیا سزا ہے؟ (۷) کیا نبوت وہبی ہے یا اس میں نبی کی کوشش کا بھی کچھ حصہ ہے؟ (۸) قرآن کریم میں "یدعون الی الخیر" اور "یامرون بالمعروف" آتا ہے۔ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں یا ان دونوں میں کچھ فرق ہے؟ (۹) کیا تہجد کی نماز کے لئے اذان دینے کی اجازت ہے؟

(۱۰) غلبہ اسلام کے وقت مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی تو اس وقت حج کی کیا صورت ہوگی؟

(۱۱) ایک غیر از جماعت دوست کی طرف سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ غیب کی خبریں تو صرف نبیوں کو دیتا ہے، کسی اور کو نہیں۔ پس کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کیسے دعویٰ کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسے مستقبل کی خبریں دیتا ہے؟ (۱۲) قرآن کریم میں تو مصوری اور پینٹنگ کے خلاف کوئی بات نہیں ملتی، پھر ان امور کے بارہ میں اسلامی معاشرہ میں جو تعصب پایا جاتا ہے اسے کیوں نہ ختم کیا جائے؟

(۱۳) کیا اسلام میں جنگی قیدیوں کے علاوہ بھی قید خانہ یا جیل کا تصور ہے؟ اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک دوست کا مصوری پر تبصرہ سننے کے بعد اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر کو رنگین بنانے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ (۱۴) مقامی، ثقافتی اور تفریحی پروگراموں سے اسلامی معاشرہ میں کس حد تک استفادہ کیا جا سکتا ہے؟ (۱۵) عورتوں کا جنازہ کے ساتھ قبرستان جانا منع ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ (۱۶) حج کے ارکان کیا اسلام سے پہلے بھی یہی تھے جواب ہیں؟ (۱۷) یورپین سنگل کرنسی کے بارہ میں حضور انور کا کیا خیال ہے؟

(ع - م - ر)

BOTTLING PLANT
FULLY AUTOMATIC FILLING & SEALING MACHINE
ALWID-MATADOR D MODEL 1986
ROW DOSING SYSTEM, UNIVERSAL - D
8 FILL STATION 1 HEAD, SEAL SYSTEM
OUTPUT: 2000 BOTTLE-HOUR, FILLING VENTIL DIAM. 15MM
VOLUME: CAPACITY UPTO 1,0 LITER
EACH SIDE 1 METRE CONVEYER BELT
FOR FURTHER INFORMATION, PLEASE CONTACT:
2nd HAND MAC
BONGARTSTR. 42/1, 71131 JETTINGEN, GERMANY
TELEPHONE AND FAX NO. 07452/78184

# سائنس کی دنیا

(آصف علی پرویز)

## مرگی کے مریض کے لئے کمپیوٹر کا ایک حیرت انگیز استعمال

مرگی (Epilepsy) کا مرض ایک نہایت ہی تکلیف دہ مرض ہے۔ جب یہ بڑی شدت سے لاحق ہوتا ہے تو بعض اوقات اس کا دورہ بغیر وارننگ کے پڑتا ہے اور مریض کے دماغ کا بعض اوقات مکمل طور پر کچھ عرصے کے لئے Black out ہو جاتا ہے۔ مرگی کے دورہ کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ انسانی دماغ کے ایک خاص حصہ میں برقی طوفان (Electric Storm) پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں مریض پر دورہ پڑتا ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اگر مریض کے جسم کے اندر ایک ایسا پرزہ (Stimulator) ڈال دیا جائے جو تقریباً ہر پانچ منٹ کے بعد ایک بجلی کی لہر (Electric Signal) پیدا کر سکے تو اس سگنل کو اس طرح سے بنایا جا سکتا ہے کہ یہ دماغ میں پیدا ہونے والے برقی طوفان کو ختم کرنے کا پیغام دے سکے۔ اگر ایسا ہو سکا تو مریض بڑی حد تک شدید قسم کے دوروں سے بچنے کے قابل ہو سکے گا۔

رائل لندن ہسپتال میں ایک ایسے ہی مریض کا اپریشن کیا گیا اور اس کے سینے میں یہ خاص پرزہ لگا دیا گیا جس کی ایک تار ان اعصاب سے جوڑ دی گئی جو ایسے پیغامات کو دماغ تک پہنچاتے ہیں۔ یاد رہے کہ پرزے کو مریض کے سینہ میں لگایا گیا اور تار (Probe) گردن کے قریب سے گزرتے ہوئے اعصاب کے ساتھ جوڑی گئی۔ جب مریض اس آپریشن سے صحت یاب ہو چکا تو اس کے کئی ایکس ریز لئے گئے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ پرزہ اور تار اعصاب کے ساتھ جڑ چکی ہیں۔ اس دوران میں کمپیوٹر پر وہ پروگرام لکھا گیا جو اس سگنل کی برقی خصوصیات مثلاً وولٹیج، کرنٹ کی مقدار وغیرہ کا حساب رکھتا ہے۔ اس کے بعد کمپیوٹر کی مدد سے بعض پیغامات سینے میں لگے ہوئے پرزہ کو بھجوائے گئے اور اس نے اپنا کام کرنا شروع کر دیا۔

بعد میں ڈاکٹروں نے مریض کی حالت اور دورے پڑنے کی رفتار کا جائزہ لینا شروع کیا۔ انہیں یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ اس پرزے کی مدد سے شدید قسم کے دوروں پر بڑی حد تک قابو پا لیا گیا۔ چنانچہ یہ مریض جو پہلے اکیلا گھر سے باہر نہیں جا سکتا تھا اب آسانی سے ایک نارمل فرد کی طرح زندگی گذارنے کے قابل ہو گیا ہے۔

### ماحول کی صفائی

آج کل تمام دنیا میں بالعموم اور مغربی دنیا میں بالخصوص ماحول کی صفائی کو بڑی اہمیت دی جا رہی ہے۔ چنانچہ کاروں میں مختلف ایسے فلٹر لگائے گئے ہیں جو Exhaust سے باہر آنے والی گیسوں کو بڑی حد تک صاف کر دیتے ہیں۔ کاروں کے قابل استعمال ہونے کے سالانہ ٹسٹ (M.O.T.) میں یہ بھی جائزہ لیا جاتا ہے کہ کار کس حد تک کثافت آلود گیس خارج کرتی ہے۔ اگر یہ مقدار ایک خاص حد سے زائد ہو تو کار کو ٹسٹ میں ناکام کر دیا جاتا ہے اور ڈرائیور کار کو سڑک پر نہیں چلا سکتا۔

تاہم فضائی آلودگی میں ایک بہت بڑا کردار وہ بسیں، ٹرک اور ایسی گاڑیاں ادا کرتی ہیں جن میں پٹرول کی بجائے ڈیزل کا استعمال ہے۔ ڈیزل جلنے کے بعد سیاہ دھواں پیدا کرتا ہے جو ماحول میں پھیل جاتا ہے۔ انسان جب اس دھوئیں میں سانس لیتا ہے تو وہ پھیپھڑوں میں پہنچ کر کئی قسم کی مہلک بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ اب انجینئروں نے ایسے Exhaust تیار کئے ہیں جن کے اندر ایک جالی لگا دی جاتی ہے جو اس کثیف دھوئیں کو روک لیتی ہے۔ اسی Exhaust کے اندر کیمیاوی ذرائع سے نائٹروجن پر آکسائیڈ پیدا کی جاتی ہے۔ اس گیس اور انجن سے نکلنے والی گیسوں کے نتیجہ میں سیاہ کالک جو فلٹر پر جمع ہو جاتا ہے اسے آگ لگ جاتی ہے۔ نتیجۃً کثیف دھواں اندر ہی اندر جل جاتا ہے اور جب گیسیں باہر نکلتی ہیں تو وہ بڑی حد تک اس کثافت سے صاف ہوتی ہیں۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ ایسے فلٹر لگ جانے کے بعد ماحول میں آلودگی کو کم کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔

### پورٹیبل کمپیوٹرز
### (Portable Computers)

آج کل کمپیوٹر زندگی کے ہر حصہ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ کمپیوٹر بنانے والے اس کے سائز اور وزن کو کم کرنے پر بہت زور دے رہے ہیں۔ چنانچہ بہت چھوٹے سائز یعنی بمشکل ۱۰ انچ لمبے اور ۸ انچ چوڑے اور دو دو انچ اونچے کمپیوٹر بڑی تیزی سے بنائے جا رہے ہیں۔ ان کی سکرین جس پر ہدایات اور تصاویر وغیرہ دکھائی جاتی ہیں عام ٹیلی ویژن کی اسکرین کی بجائے Liquid Crystal کی بنی ہوتی ہے لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ کمپیوٹر طاقت کے لحاظ سے کسی بھی میز پر پڑے ہوئے کمپیوٹر سے کم ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ چارج کی جانے والی بیٹری سے بھی چل سکتے ہیں۔ گویا آپ اسے دوران سفر یا اپنے گھر میں بیٹھے استعمال کر سکتے ہیں۔ آجکل ان کمپیوٹرز میں ملٹی میڈیا (Multi—Media) کی تمام خصوصیات ڈال دی گئی ہیں۔ چنانچہ بہ یک وقت آپ اسے ٹیلی ویژن کی طرح کی فلم دیکھنے، خط و کتابت کرنے، تصاویر بنانے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک مزید پرزہ PCMCIA ڈالنے کے بعد آپ اسے فیکس بھجوانے یا دنیا میں کسی بھی کمپیوٹر کے ساتھ ٹیلی فون کے ذریعہ رابطہ قائم کرنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس کمپیوٹر سے رابطہ کرنے کی اجازت ہو۔ جونہی کمپیوٹر اس بڑے کمپیوٹر سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے تو بڑا کمپیوٹر خود اس پورٹیبل کمپیوٹر سے رابطہ کرتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ صرف وہی کمپیوٹر اس نظام میں لگ سکتے ہیں جس کو ایسا کرنے کا حق ہے۔ اس کے علاوہ دنیا میں ایک بڑا کمپیوٹر کا نظام بھی قائم کیا گیا ہے جسے انٹرنیٹ (Internet) کہتے ہیں۔ اس میں ہزاروں کمپیوٹر ایک دوسرے سے منسلک ہو سکتے ہیں۔ قرآنی بیان "وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ" کی یہ کتنی واضح مثال ہے۔


**PLANET EARTH PRESENTS**

- FUEL CATALYST: Cheaper fuel bills for people with a fuel catalyst plus exhaust emission is cut by 51%
- ALARMS: Personal attack, Property alarms, Economizers
- Air Care Products: Clinically proven vacuum cleaners for Asthma, Eczema, Rhinitis and other dust allergy problems

Call for more information or brochure:
Day 0181 365 7557 or 548 0514 after 7pm
Fax 0171 613 4252 - Ask for Mr. A. Vaince
Distributors required world wide


ملک ملک کی سیر

# چین کی معاشرتی زندگی

(ڈاکٹر قاضی محمد برکت اللہ)

چینی دانشوروں کا کہنا ہے کہ چین کی معاشرتی حالت کو سنوارنے کے لئے گھر میں امن، چین اور سکون کا ہونا ضروری ہے اس لئے کہ چینی گھر ہی سوسائٹی کی جان ہے۔

چین میں گزشتہ ۴۵ سال میں اہلی زندگی کے ڈھانچے میں بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ لیکن جہاں تک چین کی تاریخ کا تعلق ہے کسی نہ کسی طریقے سے ایک مضبوط فیملی کا ڈھانچہ ہمیشہ قائم رہا ہے۔ قدیمی اہلی زندگی میں بہت سے لوگ اکٹھے رہا کرتے تھے۔ ایک ہی بہت بڑی چھت کے نیچے گائیں، بھینسیں، بکریاں، دیگر مویشی اور اہل خانہ سب ساتھ رہتے تھے۔ اس کے بعد تھوڑی سی تبدیلی آئی کہ کم سے کم مویشی علیحدہ رکھے گئے اور باقی اہل خانہ ایک جگہ ایک کمرے میں لیکن اس طرح کہ پھر بھی ایک بہت بڑی چھت کے نیچے سب کے اکٹھے رہنے کا تصور قائم رہا۔

وقت گزرا اور اہلی زندگی کا ایک باضابطہ دور قن دور میں (۲۲۰ تا ۲۰۶ قبل مسیح) قائم ہوا اس وقت بچے اور والدین اکٹھے رہتے تھے۔ بچے اپنے والدین کے پورے اطاعت گزار تھے۔ یقینی طور پر ان کا حکم مانتے تھے اور والدین کی جائداد میں وراثت کے حق دار تھے۔ اتنا ضرور تھا کہ بچوں کی اپنی علیحدہ زندگی کوئی نہیں تھی۔ اور انہیں اپنا کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ حتیٰ کہ پہننے کے لئے کپڑے، کھانے پینے اور پہننے اور ذریعہ معاش میں بھی والدین کا کنٹرول تھا۔ شادی بیاہ بھی بالکل والدین کی اطاعت میں ہوتا اور انہی کی مرضی سے اپنی نجی زندگی گزارنے کا دستور تھا۔

چین کی اس مروجہ معاشرتی زندگی میں سب سے زیادہ نقصان خواتین نے محسوس کیا۔ خواتین نے سمجھا کہ انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اور آہستہ آہستہ خواتین نے منظم ہو کر اس معاملے میں آواز بلند کرنی شروع کی۔

اصل میں قدیم زمانے میں نیور جنگ (Nuer Jing) نام سے ایک معاشرتی ضابطہ حیات جسے عورتوں نے خود بنایا تھا۔ از خود انہوں نے قبول کیا کہ انہیں مرد کی ہر بات ماننی چاہئے۔ شادی سے پہلے اپنے والد کی۔ شادی کے بعد اپنے خاوند کی۔ اور اگر بیوہ ہو جائے تو اپنے بیٹے کی۔ اس وقت عورتیں بیوہ ہو جاتیں اور شادی نہ کرتیں تو ان کے اس فعل کو مستحسن نگاہوں سے دیکھا جاتا۔ اس وقت معاشرتی طور پر اہلی زندگی کا یہی دستور تھا کہ فیملی جتنی بڑی ہوگی اتنی ہی مسرتوں کا باعث بنے گی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ایک مضبوط فیملی سے ایک مضبوط سوسائٹی اور ایک مضبوط حکومت کے ڈھانچے کے نظام کو چیلنج کیا گیا۔ ۱۹۱۱ء میں چین کی تاریخ میں ایک معاشرتی انقلاب آیا جس سے قریب قریب ۲ ہزار سال پرانے معاشرتی نظام پر بہت زد پڑی اس معاشرتی انقلاب میں خواتین نے نمایاں حصہ لیا۔ پھر بھی جو نظام ایک مضبوط گھر سے ایک مضبوط سوسائٹی سے ایک مضبوط حاکم کا تھا۔ وہ پوری طرح ختم نہ ہوا۔ اور ایک اچھی گھریلو معاشرتی زندگی سے اچھی سوسائٹی اور اس سے ایک اچھے حاکم (باپ نما) کا تصور قائم رہا اور معاشرتی انقلاب کے بعد بھی خواتین گھر کے اندر کام کرتیں لیکن پوری طرح قید نہیں تھیں۔ سوسائٹی کے کاموں میں حصہ لینا شروع کیا لیکن کوئی تنخواہ نہ لیتیں۔ اور یہ نظریہ کہ ایک اچھی خاتون اپنے بچوں کے لئے ایک اچھی ماں اور اپنے شوہر کی اطاعت گزار کا نظریہ قائم رہا۔

ملکی سطح پر ۱۹۱۱ء کے معاشرتی انقلاب سے یہ تبدیلی آئی کہ ملک کے ہر باشندے کو ملک کے لئے مضبوط حکومت کے قیام میں پورا پورا حق ملا۔ معاشرتی زندگی کو اجاگر کرنے کے لئے ایک نیا قانون اپریل ۱۹۵۰ء میں نافذ ہوا۔ اس سے ہر لڑکے لڑکی کو اپنی مرضی سے اپنی پسند سے شادی کرنے کا موقعہ ملا اور یہ شادی والدین کی مرضی کے بغیر ہو سکتی تھی۔ اس قانون سے فیملی کا جو ڈھانچہ بہت قدیم سے چلا آ رہا تھا وہ متاثر ہوا۔ قانونی طور پر عورت اور مرد کو اپنا گھر آباد کرنے کی اجازت مل گئی اور اس میں والدین کی پسند یا ناپسند کا کوئی دخل نہ تھا۔ خواتین کے حقوق کی نشاندہی کر دی گئی اور مرد کو ایک ہی عورت سے شادی کرنے کا پابند کر دیا گیا۔ بیوہ خواتین کو حق دیا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے نئے شریک حیات کا انتخاب کریں یا شادی نہ کرنا چاہیں تو نہ کریں۔ نیز زبردستی کسی لڑکے اور لڑکی کی شادی کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔

۱۹۵۴ء میں چین نے اپنے معاشرتی نظام کو زیادہ مضبوط کرنے کے لئے یہ قانون بنایا کہ عورت اور مرد کے حقوق مساوی ہونگے اور عورتوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا اختیار دیا گیا۔

۱۹۷۰ء میں چین میں ایک اور قانون نافذ ہوا جس کا مقصد بھی معاشرتی اصلاح تھی چونکہ بیوی کو بچے پیدا کرنے کی تعداد میں دخل مل چکا تھا اس لئے فیملی سائز متاثر ہوا اور زیادہ بچے پیدا کرنے کی بجائے عام طور پر ایک عورت چار بچے پیدا کرنے پر اکتفا کرتی۔ خواتین کو اجازت مل گئی کہ وہ باورچی خانہ چھوڑ کر باہر کھیتوں میں یا فیکٹریوں میں کام کریں۔ اور ایک جیسا کام کرنے پر خاتون اور مرد کی تنخواہ میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا اور ایک جیسی تنخواہ کا قانون میں تحفظ دیا گیا چونکہ چیئرمین ماؤ کا مقولہ تھا کہ "عورت آدھے آسمان کو اٹھائے ہوئے ہے"۔

گھر کے اخراجات اچھی طرح پورا کرنے کے لئے میاں کے علاوہ بیوی نے بھی گھر سے باہر کام کرنا شروع کیا۔ ایسی فیملی کو " E U " کا نام دیا گیا۔ علاوہ تنخواہ کے ملازمت کے قطعی ہونے کا تحفظ نرسری اسکول کی فیس میں کمی، حفظان صحت کی سہولت اور بہت سی دیگر سہولتیں ہر فیملی کو قانونی طور پر دی گئیں۔ ان سہولتوں کے بدلے میں ہر فیملی سے یہ توقع کی جاتی کہ جب بھی سوسائٹی کو ان کی ضرورت پڑی انہیں بلا چون و چرا کام کرنے کے لئے آنا ہوگا اور عملی طور پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں خواتین و مرد سوسائٹی کے کام پر کئی کئی سال تک الگ الگ کام کرتے اور صرف ایک ماہ کی چھٹی میں ایک دوسرے سے ملتے۔ چونکہ خواتین نے شوہر سے آزادانہ فیصلے کرنا شروع کئے تھے جس سے گھریلو زندگی بدمزہ ہو گئی اس کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ ملک میں طلاقوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور فیملی لائف میں ایک خلاء پیدا ہو گیا۔ باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر

### ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۱۲)

# ہیضہ کے علاج کے سلسلہ میں مختلف ہومیو پیتھک ادویہ کا تذکرہ

## سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ۴ مئی ۱۹۹۴ء کو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

[یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

لندن۔ ۴ مئی ۱۹۹۴ء کو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر پروگرام "ملاقات" میں آغاز میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بنگلہ دیش میں سائیکلون آنے کے باعث مختلف وبائی امراض کے پھیلنے کا ذکر کرتے ہوئے ہیضہ کے علاج کے سلسلہ میں مختلف ہومیو ادویہ کے استعمال کی ہدایت فرمائی۔ بعد ازاں معاندین احمدیت کے بعض اعتراضات کے جوابات دیئے۔ ذیل میں ہیضہ کے علاج کے سلسلہ میں فرمودہ ارشادات کا خلاصہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہیضہ کے توڑ کے لئے عمومی دوا سلفر (Sulphur) ہے۔ اس سے جسم میں ہیضہ کے جراثیم کے خلاف دفاع پیدا ہو جاتا ہے۔ ۲۰۰ کی طاقت میں پہلے ہفتہ میں تین دفعہ دی جائے پھر ہفتہ میں ایک دو دفعہ دی جائے۔ اس سے بہت اچھا اثر پیدا ہوتا ہے۔ دوسری چیز ہے Camphora ۔ ہر ہیضے کی علامت کے آغاز ہی میں ذرا سی متلی بھی ہو تو Camphora دے دیا جائے تو اللہ کے فضل سے کافی مفید ہوتا ہے۔ پھر آغاز میں ایکونائٹ دینے کا رواج تو ہے ہی۔ اگر خدانخواستہ ایسے علاقے میں جانا ہو جہاں ہیضہ پہلے ہی قبضہ کر چکا ہو، اس میں بڑے تکلیف دہ نظارے سامنے آتے ہیں۔ کئی قسم کے ہیضے ہیں۔ میں چند دوائیں بتا دیتا ہوں۔ ایک ہے Camphora اگر اس کے مریض کو اسہال لگ بھی جائیں تو متلی ہوتی ہے لیکن پیٹ رکا ہوا ہوتا ہے۔ اور تھوڑا اسہال آتا ہے۔ اور پیٹ میں بہت ہوا ہوتی ہے۔ ایک تو آغاز میں علامتیں ظاہر ہونے سے پہلے ہی دے دینی چاہئے لیکن اگر ہیضے کی علامتیں پوری طرح ظاہر ہو جائیں تو ہیضے کے دوران بھی کیمفر کام آتا ہے۔ اس کی خاص علامت ہے کہ پیٹ پھولے گا اور قے بار بار آئے گی لیکن اسہال تھوڑے اور متعفن ہونگے۔

لیکن اگر اس کے برعکس صورت ہو یعنی قے بھی کھلی ہو اور اسہال بھی بے حد کھلے یہاں تک کہ دیکھتے دیکھتے مریض نڈھال ہو جائے اور جسم میں پانی ختم ہو جائے تو ایسی صورت میں Veratrum Album 30 دوا بہت مفید ہے۔ اس کی دو تین خوراکیں شروع میں دینی چاہئے۔ پھر فرمایا کہ مریض کو پانی لوگ نہیں دیتے اور ڈاکٹر بھی متردد ہوتے ہیں لیکن اگر سہولت موجود ہو تو Inter-veinus گلوکوز وغیرہ کے ذریعہ پانی پہنچایا جاتا ہے۔ لیکن اصل وجہ پانی نہ دینے کی یہ ہے کہ معدہ کے تیزاب ہلکے ہوں تو جراثیم کو نہیں مار سکتے۔ اس لئے تر وغیرہ ہلکی سبزیاں جن سے جراثیم اندر آ جاتے ہیں ان کے ساتھ پرانے زمانہ میں تو بہت سختی کے ساتھ پانی پینے سے منع کیا جاتا ہے۔ تو پانی کا علاج ضروری ہے اگر گلوکوز نہ ہو تو قہوہ بنا کر ساتھ تھوڑی سی پتی ڈال کر ضرور پلانا چاہئے۔ یہ خیال کہ قہوہ دینے سے ہیضہ بڑھے گا، غلط خیال ہے۔ ہیضہ تیزاب کے ہلکا ہونے سے چونکہ معدے میں جراثیموں کو مارنے کی مدافعت کم ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے شروع میں پانی روکا جاتا ہے۔ لیکن کچھ نہ کچھ پانی ضروری ہے ورنہ جسم سوکھ کر مرجاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں پنڈلیوں میں بل بھی پڑتے ہیں۔ اگر پنڈلیوں میں بل ہوں اور ہاتھ پاؤں میں بھی تشنج ہو اور بہت زیادہ کھلی مقدار میں اسہال نہ ہوں الٹیاں نسبتاً کم ہوں۔

حضور نے فرمایا کہ ایک طرف کیمفر ہے۔ اس کی علامت میں ہے کہ اسہال نسبتاً بہت کم اور پیٹ پھولنا اور الٹیاں۔ Veratrum Album میں ہے اسہال بھی بہت اور قے بھی اور پنڈلیوں میں بل پڑنے اور تشنج پیدا ہونا۔ اور کیوپرم (Cuprum) میں اسہال اور قے نسبتاً کم لیکن تشنجی کیفیات بہت سخت اور ناقابل برداشت ہوتی ہیں۔ جہاں تشنجی کیفیات زیادہ ہوں انگلیوں میں بل پڑنے شروع ہوتے ہیں چہرے پر نیلاہٹ آ جاتی ہے۔ تو کیوپرم فوراً فائدہ پہنچاتی ہے۔ اگر کیوپرم اور ایسے ہی ملتی جلتی ادویات سے صحیح علاج نہ ہو تو خطرہ ہوتا ہے کہ ایسا مریض مرگی کا شکار ہو جائے گا۔ ایک دفعہ ایک مرگی کے مریض کو میں نے اسی طرح اللہ کے فضل کے ساتھ پہچانا تھا کہ اس کا آغاز کس طرح ہوا ہو گا۔ تحقیقات سے پتہ چلا کہ بچپن میں اس کو ایسا شدید اسہال کا حملہ ہوا تھا جس میں ہاتھ پاؤں سکڑ رہے تھے۔ اور اینٹی بائیوٹک کے ذریعہ ٹھیک ہوا تھا۔ اس وقت بظاہر مرگی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ چنانچہ جب وہ ٹھیک ہو گیا تو یہ علامتیں جاری رہیں کہ ہاتھ پاؤں مڑتے تھے۔ چہرے پر نیلاہٹ آ جاتی تھی۔ یہ عام مرگی میں پایا جاتا ہے۔ کیوپرم ویسے بھی مرگی کی بڑی اچھی دوا ہے۔ بہرحال کیوپرم اسے دی تو پیٹ میں اسی قسم کی کیفیت بے چینی کی مگر نسبتاً کم دوبارہ پیدا ہوئی۔ اس کے بعد جہاں تک مجھے یاد ہے اللہ کے فضل سے پھر اس کو تکلیف نہیں ہوئی۔

حضور نے بنگلہ دیش میں خدمت کرنے والوں کو خاص طور پر مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دوائیں ساتھ لے کر چلیں:

Sulphur 200

Acconite

Camphora 30

(بعض ہومیو پیتھ چھوٹی طاقت میں دیتے ہیں)

Cuprum

Veraterum Album

اس کے علاوہ بعض صورتوں میں آرسینک (Arsenic) بھی ساتھ رکھی جائے تو بہت فائدہ دیتی ہے۔ اس کے علاوہ کاربو ویج (Carbo veg) بعض دفعہ بہت فائدہ دیتی ہے کیونکہ مریض ایک دم ڈوب جاتا ہے اور دفاعی طاقتیں ختم ہو جاتی ہیں اور موت کی سی کیفیت ہو جاتی ہے۔ اس وقت کاربو ویج کی ایک آدھ خوراک فوراً اثر دکھاتی ہے۔ اتنی زود اثر دوا میں نے کبھی نہیں دیکھی نہ کوئی ٹیکہ دیکھا ہے جو اتنا فوری اثر دکھائے۔ بعض دفعہ مریض بے ہوش ہے اور سب کچھ ڈوب چکا ہے اور ماتھا ٹھنڈا ہے لیکن ابھی سانس کی آمدورفت ہو تو لب بھی کاربو ویج سے تر کر دیں تو اللہ کے فضل سے فوراً رد عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے کاربو ویج ضرور لے کر جائیں۔ اپنا بھی خیال رکھیں۔ سلفر وغیرہ کھا کر جائیں اور پانی کا استعمال رکھیں۔ کچے ناریل کو جس کا پانی کچا ہو وہ پئیں۔

روئے تابان محمدؐ کیا ہے
مہ رخشان محمدؐ کیا ہے

میں تڑپ اٹھتا ہوں اس جلوت سے
حسن سے، حسن کی اس برکت سے

نور ہے نور، رخ انور سے
کیف ہے کیف یہ اس دلبر سے

ہے وہ پیمانہ محبت کے لئے
تیرے عشاق کی عظمت کے لئے

ایک تنویر شہ عالم سے
ایک تدبیر شہ عالم سے

(امین اللہ خان سالک)

## نماز جنازہ

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲ مارچ ۱۹۹۵ء بروز جمعرات مسجد فضل لندن کے احاطہ میں قبل از نماز ظہر مکرم محمد علی امیرالدین صاحب آف ایسٹ لندن کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ اس کے ساتھ ہی حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی:

مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب نائب ناظر بیت المال آمد ربوہ، مکرمہ صادقہ بشریٰ صاحبہ۔ ربوہ، مکرم الحاج فضل دین صاحب آف لائبیریا، مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ سید شریف احمد صاحب آف گجرات، مکرم احمد خان صاحب چک ایل ۸/۱۱ ضلع ساہیوال، مکرمہ زاہدہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم نورالدین احمدی صاحب (بنگلہ دیش)، مکرمہ والدہ صاحبہ مشتاق احمد ظہیر صاحب (پاکستان)، مکرمہ احمدی بیگم صاحبہ اہلیہ محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب (حیدر آباد انڈیا)، مکرمہ مسعودہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری نبی احمد صاحب مرحوم (لاہور)، مکرم مرشد صاحب آف انڈونیشیا، مکرمہ والدہ صاحبہ حاجی عبدالقادر صاحب اوکاڑوی، مکرمہ امتہ الرؤف صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد الدین صاحب آف بھڈال ضلع سیالکوٹ، مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ بنت حضرت سید محمود الحسن مرحوم بھلہپوری، Mr. Umer Huberechts آف ہالینڈ، مکرم ملک عنائت اللہ صاحب آف جہلم، مکرم سیف اللہ صاحب عرف سیفی (خانیوال)، مکرم چوہدری مختار احمد صاحب (پاکستان)۔

—○○○—

☆ اسی طرح ۴ مارچ بروز ہفتہ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد فضل لندن کے احاطہ میں مکرم احمد دلنویہ صاحب آف فرانس کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ آپ مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب بنگوی مرحوم کے داماد تھے۔ اس کے علاوہ حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی:۔

مکرم عبدالرحمان صاحب۔ صدر جماعت احمدیہ کاکانڈر و صوبائی سیکرٹری تربیت کیرالہ انڈیا، مکرم محبوب الحق صاحب (امریکہ)، مکرم چوہدری احمد دین صاحب ضلع رحیم یار خان، مکرم چچا جان آف فرحت نبیلہ احمد صاحبہ (کلکتہ انڈیا)، مکرم مجید احمد خان صاحب (آپ حضرت محمد خان صاحب آف کپورتھلہ کے پوتے تھے)، مکرمہ عائشہ بنگبالہ صاحبہ آف نائجیریا، مکرمہ فضل بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم غلام قادر صاحب (اوکاڑہ)، مکرم حکیم عبدالحمید صاحب اعوان (گوجرانوالہ)، مکرم میر مبشر احمد صاحب (پسرور)، مکرمہ فاطمہ بی بی صاحبہ (صدر لجنہ کھائی کلاں)، مکرم چوہدری شہباز خان صاحب، مکرم سردار بشیر احمد صاحب ابن مکرم سردار عبدالرحمان صاحب مہر سنگھ۔

—○○○—

☆ ۷ مارچ ۱۹۹۵ء بروز منگل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز ظہر سے قبل محمود ہال لندن میں مکرم چوہدری عبدالغفور صاحب (صدر جماعت لنکنس سپا اینڈ کوونٹری) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ اس کے ساتھ حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی:

مکرمہ سکینہ عثمان صاحبہ (آپ حاجی محمد الدین صاحب درویش قادیان کی بیٹی تھیں)، چوہدری بشیر احمد صاحب (والد مکرم منیر احمد صاحب جاوید۔ لاہور)۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

—○○○—

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

# جماعت احمدیہ نے دنیا کو کیا دیا؟

(پروفیسر محمد ارشد چوہدری)

جماعت احمدیہ کا دعویٰ ہے کہ اسے دنیا کی معلمی اور اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ آج جبکہ جماعت کے قیام پر ایک صدی سے زائد عرصہ بیت چکا ہے۔ اس کی صد سالہ کارکردگی کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ اس نے اپنے اس دعوے کے اثبات میں کون کون سے سنگ ہائے میل طے کئے ہیں۔ اور جماعت کی تدریسی اور اصلاحی مساعی کے نتیجے میں کیا کیا بین الاقوامی، بین الانسانی اور بین الادیانی تغیرات رونما ہوئے ہیں۔

اس صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے ہمیں اس صورت حال کا ادراک کرنا ہوگا جو قیام جماعت سے قبل کرہ انسانی پر طاری تھی۔ کون کون سے مناظر انسانیت قابل اصلاح تھے اور کس حد تک وغیرہ۔

## انیسویں اور بیسویں صدی کا انسانی منظر

۱۹اویں اور ۲۰ویں صدی عیسوی یا ۱۳اویں اور ۱۴اویں صدی ہجری تاریخ انسان کی دو انتہائی غیر معمولی صدیاں ہیں۔ معاشرتی، معاشی، سائنسی، سیاسی اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کے حوالے سے جس قدر تبدیلیاں ان دو صدیوں میں ظہور میں آئیں۔ تاریخ عالم میں ان کی مثال تلاش کرنا ناممکن ہے۔ انیسویں صدی تلوار کی صدی تھی اور بیسویں صدی عموماً قلم کی صدی ہے۔ انیسویں صدی میں خروج یاجوج ماجوج ہوا اور وہ دنیا کی خشکی، پانیوں اور ہواؤں پر مسلط ہو گئے اور پھر وہ سب کچھ ہوا جو فاتح اقوام مفتوحہ اقوام کے ساتھ کرتی ہیں۔

بیسویں صدی کے شروع تک چند یورپین اقوام کا پوری دنیا پر قبضہ مکمل ہو چکا تھا۔ قلم تلوار کی جگہ سنبھال چکی تھی اور قلمی جنگوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ پریس اور بین الاقوامی ذرائع ابلاغ وجود میں آ چکے تھے۔ یورپین حاکم اپنے سیاسی غلبے کے استحکام و دوام کی خاطر دنیا بھر کو عیسائی بنانے کے لئے سرگرم عمل تھے۔ یورپین پادریوں کی افواج ہر جائز و ناجائز ذریعے سے یسوع مسیح کو جو اس وقت تک صرف گوروں کا خدا تھا کالی اور بھوری اقوام کی خدائی پر بھی مامور کرنا چاہتے تھے۔ اور یورپین حکومتیں اپنے تمام تر مادی وسائل سے ان کی اس یلغار کی حوصلہ افزائی کر رہی تھیں۔

عالم اسلام گوری حکومتوں اور گورے پادریوں کی مذہبی جنگ کا مقصود اول تھا کیونکہ عیسائیت کے سوا صرف اسلام ہی ایک زندہ اور بین الاقوامی مذہب تھا۔ باقی مذاہب غیر تبلیغی، محدود اور مقامی مذاہب تھے۔ اسلام کی موت عیسائیت کی سیاسی حیات کی ضامن تھی۔ یورپ کے ایوان برملا یہ اعلان کر رہے تھے کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ یسوع دنیا کا واحد خدا ہوگا۔ اسلام اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت میں کروڑہا کتب و اشتہارات وغیرہ دنیا بھر میں شائع کئے جا رہے تھے جس کے نتیجے میں ایشیا، افریقہ اور خود یورپ میں مسلمان لاکھوں کی تعداد میں عیسائی ہو رہے تھے۔

مسلمان، پادریوں کے لئے نہایت ہی آسان شکار (Sitting Duck) بن چکے تھے۔ ایک طرف مروجہ اسلامی عقائد یہ تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی طرح پرندوں کے خالق بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرح دو ہزار سال سے حی و قیوم بھی تھے۔ مس شیطان سے پاک بھی صرف وہی تھے۔ پنگھوڑے میں باتیں کرنے والے بھی صرف وہی تھے۔ آسمان پر بجسد خاکی رہنے والے بھی صرف وہی تھے۔ امت مسلمہ کی آخری زمانے میں آسمان سے اتر کر گلہ بانی بھی انہیں کے سپرد تھی وغیرہ وغیرہ۔ عیسائی پادری اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر اسلام پر حملے کر رہے تھے۔ دوسری طرف مسلمان اقوام انہی حملہ آوروں کی ذہنی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور جغرافیائی غلام بھی تھیں۔ غرضیکہ ایک طرف عیسائی عقائد کی غلامی تھی۔ اور دوسری طرف علمی اور سیاسی غلامی۔ اس دوہری بلکہ تہہ در تہہ غلامی کا جو نتیجہ نکل سکتا تھا وہ بزور نکل رہا تھا۔ مسلمانوں میں نہ تو تلوار کے جہاد کی سکت باقی رہی تھی اور نہ ہی علمی اور مالی جہاد کی بلکہ عیسائی حکام وقت کی خوشنودی ہی ان کی منزل مقصود بن چکی تھی۔ غرضیکہ۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

## دنیا کی حالت زار

دنیائے اسلام تو حالت زار میں تھی ہی غیر اسلامی دنیا بھی انواع و اقسام کی ذہنی، فکری، عقلی، سماجی اور معاشرتی وغیرہ بیماریوں کا شکار ہو چکی تھی۔ تثلیث زدہ اور کفارہ زدہ عیسائی دنیا، تمام برائیوں اور جرائم کو اماں حوا کی طرف منسوب کر کے یسوع مسیح کی شکر گزار تھی کہ خدا کے اس اکلوتے بیٹے نے اس کے گناہوں کے پہاڑ خود اٹھا کر اسے گناہ کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ پھر ڈارون اور فرائیڈ نے عقلی اور سائنسی طور پر ثابت کر دیا تھا۔ کہ انسان کے آباء و اجداد یہی سور، کتے، بھیڑیے اور بندر وغیرہ تھے۔ جن کا کوئی ضابطہ اخلاق نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ ان سائنسی اور مذہبی نظریات نے انسان کو جدید سور، کتے، بھیڑیے اور بندر وغیرہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ اور اس قدر جدید کہ قدیم جانور اس ماڈرن جانور کی خاک کو بھی نہیں پا سکتے تھے۔

ہندو اور بدھ دنیا کی حالت بھی قابل رحم تھی۔ جنسی درندگی، ان کے پنڈتوں کی مہربانی سے ان کے مذہب اور تہذیب میں داخل ہو چکی تھی۔ نیوگ اور نیوگ جیسے نظریات کے تحت بدکاری ایک قابل احترام ادارہ بن چکی تھی۔ ذات پات اور دیگر تفریقی نظریات نے انسانوں کی اکثریت کو پیدائشی کمی یا کمینے قرار دے رکھا تھا۔ سور، کتے، بھیڑیے اور بندر ان قوموں کے بھی آباء و اجداد تھے۔ جو اپنے گناہوں کی پاداش میں ان شکلوں میں دنیا میں آتے تھے۔ کتے کو دیکھ کر یہ لوگ سمجھتے تھے کہ شاید پتا جی، دادا جان یا پردادا جان وغیرہ تشریف لائے ہیں۔ اور اگر وہ کتیا ہوتی تو ان کو اپنی والدہ، نانی یا پڑنانی وغیرہ کی یاد ستانے لگتی۔ یہ تھی بیسویں صدی کے آغاز کی دنیا۔

افریقہ بھی اسی صورت حال سے دوچار تھا۔ جانور پرستی نے افریقی انسان کو بھی جانور بنا رکھا تھا۔ انسانیت دم توڑ چکی تھی۔ اسی طرح یہود اور دیگر مذاہب عالم کے پیروکار بھی علمی، فکری اور مذہبی بیماریوں کا شکار ہو کر سطح انسانیت سے گر چکے تھے۔ غرضیکہ پورے کا پورا کرہ ارض ایک مجسم توہین انسانیت کا روپ دھار چکا تھا اور وہی حالت عود کر آئی تھی جو "ظہر الفساد فی البر والبحر" کا نظارہ پیش کر رہی تھی۔

## نزول مسیح

اگر مسیح نے کبھی نازل ہونا تھا تو یہی اس کے نزول کا وقت تھا۔ اقوام مشرق بھی آسمان کی طرف نظریں جمائے بیٹھی تھیں اور اقوام مغرب بھی اور انسان کی یہ حالت زار مسیح محمدی سے کم کسی اوتار کی متقاضی نہ تھی۔ یہ صورت زار مسیح عیسوی کی معلوم و معروف طاقتوں سے بالا تھی۔ یہ صورت زار یہود کے متوقع مسیح کے بس کا روگ نہ تھی۔ یہ صورت زار حضرت بدھ علیہ السلام اور حضرت کرشن علیہ السلام اور حضرت زرتشت علیہ السلام کی استطاعتوں سے بھی بڑھ کر تھی۔ یہ صورت حال بین الاقوامی تھی اور یہ انبیاء علیہم السلام قومی انبیاء تھے۔ اس صورت حال کی اصلاح کے لئے ایک عالمگیر تعلیم کے حامل اور عالمگیر استطاعتوں کے مالک مسیح کی ضرورت تھی۔ عالمگیر دعوت کا دعویٰ صرف اسلام ہی کا تھا اور عالمگیر نبوت کا دعویٰ بھی صرف خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تھا۔ اور عالمگیر تعلیم کا دعویٰ صرف قرآن مجید ہی کا تھا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ایک غلام نے جس کا ظاہری نام بھی حکمت الٰہیہ کے تحت "غلام احمد" ہی تھا، دنیا کی اس حالت زار کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔

## جماعت احمدیہ کے کارنامے

سنت اللہ اسی طرز پر واقع ہے کہ سب عظیم المرتبت امور تدریجاً وقوع پذیر ہوتے ہیں نہ کہ جادوئی طرز سے۔ تا سلسلہ اسباب و علل جو انسانی شناخت کا واحد ستون ہے گرنے نہ پائے۔ علمی اور فکری اصلاحات اولاً نظریات اور انکشافات کے پیرایہ میں ظاہر ہوتی ہیں۔ سماجی اور معاشرتی وغیرہ اصلاحات نظریاتی اور انکشافاتی فتوحات ہی کے جلو میں منصہ شہود پر نمودار ہوا کرتی ہیں۔ قدرت اولیٰ نازل ہو کر بنیادی عقائد و نظریات کی اصلاح کا بیڑا اٹھاتی ہے۔ اور اس وقت تک واپس آسمان پر نہیں جاتی جب تک کہ وہ ایک نئے آسمان اور ایک نئی زمین کی غیر متزلزل بنیادیں قائم نہیں کر پاتی۔ البتہ بنیادوں کی اس استواری کے بعد قدرت اولیٰ صعود کر کے قدرت ثانیہ کے نزول کا باعث بنتی ہے۔ سنت اللہ ابتدائے انسانیت سے اب تلک اسی طریق پر قائم ہے۔ لہذا جماعت احمدیہ کی علمی، فکری، سماجی، معاشرتی اور دیگر خدمات انسانی کو بھی سنت اللہ کے اسی تناظر میں دیکھا جانا ضروری ہے۔

بانی جماعت احمدیہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اولیٰ کی صورت میں نازل ہوئے اور اس وقت تک واپس آسمان پر نہیں گئے جب تک کہ آپ نے ایک نئی زمین اور ایک نئے آسمان کی غیر متزلزل بنیادیں قائم نہیں فرما دیں۔ دنیا کی حالت زار جس کا اجمالی ذکر ہو چکا ہے درحقیقت انسان کی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کی پامالی کا تذکرہ ہے۔ جن کی بحالی اولاً نظریاتی سطح پر ہونا ضروری تھی اور بعد ازاں مادی سطح پر۔ حضرت مسیح وقت نے انسانی اقدار و عقائد کو نظریاتی سطح پر اس رنگ میں قائم فرمایا کہ وہ فطری، مذہبی اور انسانی لحاظ سے بے خطا، غیر متزلزل اور ناقابل تردید حقائق پر مشتمل تھیں۔ اقدار انسانی کی پامالی کے ذمہ دار عناصر بالخصوص تثلیث، کفارہ، حیات مسیح، نسلی تفاخر، ذات پات، نیوگ، بنیادی گناہ، نحن ابناء اللہ، ڈارون، فرائیڈ، مارکس، لینن اور آدم سمتھ وغیرہ کے نظریات تھے۔ آپ نے ان نظریات کو عقلی، فکری اور فطری سطحوں پر غلط ثابت کر کے ان کے فطری اور اسلامی متبادل نظریات کو قائم فرمایا اور اس طرح سے قانون قدرت اور فطرت انسانی سے ہم آہنگ وہ بنیاد فراہم فرمائی جس پر انسانی عمارت کو بلا خوف و خطر اٹھایا جا سکتا ہے۔

آپ نے اسی پر بس نہیں فرمایا بلکہ ایک نئی جماعت قائم فرما کر اپنے نظریات کی عملی شکل کو دنیا کے سامنے پیش فرمایا تا ان نظریات کی افادیت کو ایک نمونہ (Prototype) کی شکل میں پیش کر کے دنیا کو ان نظریات کی شاہراہ پر گامزن کیا جا سکے۔ جس طرح ہر بڑے سے بڑے منصوبے کا بھی ایک زیرو پوائنٹ یا Starting Point ہونا لازم ہے۔ اسی طرح پر اس معلم انسان جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو جو آپ کی زندگی میں ہی ایک خوش نما، مضبوط اور مستحکم تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ پوری دنیا کو راہ راست پر لانے کے لئے جن راست بازوں کی ضرورت تھی ان کا ہراول دستہ آپ نے خود تیار فرمایا۔

آپ کی زندگی میں ہی لاکھوں انسان آپ کی مسیحائی کے طفیل تثلیث و کفارہ، نیوگ و ذات پات، نسلی تفاخر اور دیگر انسانی عوارض سے مکمل طور پر شفا یاب ہو چکے تھے۔ ان کے اعمال و کردار میں حیرت خیز مثبت تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ ہر شخص گویا دوبارہ جنم لے چکا تھا اور اپنے پہلے جنم کی بیماریوں اور عوارض سے آزاد ہو چکا تھا۔ ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان معرض وجود میں آ چکے تھے۔ لیکن شاید اس صحت مند معاشرے کے قیام کا یہ اجمالی خاکہ غیر از جماعت معاشرے کی سمجھ سے بالاتر ہو۔ اس لئے اس کی کسی قدر تفصیل بیان کرنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر برصغیر پاک و ہند کے معاشرے میں ہزاروں بے عقلی و بے فکری اقسام کے رسم و رواج اور سماجی و معاشرتی بندھن وغیرہ انسانی وقار و احترام کے گلے کے پھندے بن چکے تھے۔ جن سے چھٹکارا نہ تو عوام


NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

الناس کے بس میں رہا تھا اور نہ ہی خواص الناس کے۔
ان میں سرفہرست تہذیب ہنود کا ذات پاتی کلچر ہے۔ اس کلچر کی بنیاد براہ راست ہندو مذہب پر قائم ہے۔ یہ نظریہ حیات انسانوں کو پیدائشی طور پر ذلیل اور کمینے انسانوں اور پیدائشی طور پر معزز اور بہتر انسانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ مزعومہ ذلیل اور کمینے انسان اسے رضائے خداوندی سمجھ کر چپ بیٹھے ہیں مزعومہ معزز اور بہتر انسان اسے اپنے مفاد میں پاکر پھولے پڑتے ہیں۔ ان دونوں گروہان انسانی کی زمینیں بھی الگ الگ ہیں اور ان کے آسمان بھی۔ اس کی تفصیل میں جانے کی اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ اردو قاری کو اس کی جزویات کا بخوبی علم ہے۔

ضرورت صرف اس امر کے اظہار کی ہے کہ جماعت احمدیہ اس اہانت انسانی سے کلیۃً تائب ہو چکی ہے۔ اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں آچکا ہے جو ان بندھنوں سے مکمل طور پر آزاد ہو چکا ہے۔ ہاں البتہ بعض نواحمدی اور بعض غیر تربیت یافتہ احمدی بطور استثناء کے موجود ہیں اور موجود رہیں گے بھی لیکن بحیثیت مجموعی اس غیر انسانی نظریہ حیات کے لئے اندرون جماعت کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔ گویا کہ کم وبیش ایک کروڑ افراد جماعت جن کا آبائی تعلق دنیا کے اکثر ممالک، اکثر اقوام، اکثر قبائل، اکثر رنگوں، اکثر نسلوں اور اکثر مذاہب سے ہے اس ننگ انسانیت طوق کو اپنے گلوں سے اتار پھینک چکے ہیں۔ لیکن پوری کہانی قدرے طویل ہے۔ ذات پات کے علاوہ بلا مبالغہ ہزاروں ایسے ہی عار انسانیت افکار و اعمال ہیں جو برصغیر کی اجتماعی زندگی کے گلے کا ہار بن کر تذلیل انسانیت کا موجب ہو رہے ہیں۔ لیکن جو لاکھوں افراد جماعت کے خون سے کلیۃً خارج ہو چکے ہیں۔ ان غیر انسانی اعمال و افکار میں پیر پرستی، قبر پرستی، اوہام پرستی، مذہبی میلے، عرس، چڑھاوے، نیازیں، ملنگ اور ان کے کرتوت، تعویذ، گنڈے، جن چڑھانا اور اتارنا، حلالہ، رسوم پیدائش، رسوم بیاہ و شادی، رسوم مرگ، فاتحہ، دم پھونک، سوئم، چہارم، چالیسویں، بودیان، گیارھویں کی رسوم، میلاد کی رسوم، نوراتے، پیر ننگے شاہ، پیر گھوڑے شاہ، پیر کبوتر شاہ، مائی بہر، قوالیاں، قضاء عمری، دولے شاہ، اور ہزاروں دیگر رسوم و بدعات شامل ہیں جو برصغیر کے مسلمانوں، ہندوؤں، سکھوں، بدھوں، عیسائیوں اور دیگر اقوام کے اذہان، قلوب، عقلوں اور فکروں کو زنگ آلود کر کے انہیں انسانیت کے دائرے سے خارج کر چکی ہیں۔ اگر برصغیر کی کوئی قوم ان عوارض انسانی سے نجات پا چکی ہیں۔ تو وہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہے۔

اسی لئے جماعت احمدیہ پیروں فقیروں سے خالی ہے، گویوں اور قوالوں سے خالی ہے، مزاروں اور عرسوں سے خالی ہے، اداکاروں اور اداکاراؤں سے خالی ہے، ملنگوں اور ان کے چیلوں سے خالی ہے، بھکاریوں اور ان کے دھندوں سے خالی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو برصغیر پاک و ہند پر احمدیت کا احسان ہے کہ اس نے لاکھوں افراد کو ان غیر انسانی جنگلوں سے نجات دلائی۔ جب ان صحت یافتہ افراد کی تعداد لاکھوں سے کروڑوں سے اربوں تک پہنچے گی۔ تو ایک نیا برصغیر وجود میں آچکا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن جماعت احمدیہ کی مساعی صرف بیماریوں کے علاج پر ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ایک بے مقصد معاشرے کو منظم اور بامقصد بنانے پر مشتمل ہیں۔

برصغیر کا عمومی معاشرہ لاقانونیت، جاگیردارانہ ظلم وستم اور ان کے مضمرات پر مشتمل معاشرہ ہے۔ جس میں نظم وضبط، حلم وبردباری اور عفو ورحم وغیرہ بنیادی طور پر مفقود ہیں۔ احمدیت نے اسی پراگندہ معاشرے کو دنیا کا منظم ترین اور فعال ترین معاشرہ بنا دیا ہے۔

جماعت کا ہر بچہ، ہر نوجوان، ہر جوان و بوڑھا خواہ مرد ہو یا عورت، مرکزی اور ذیلی تنظیموں میں پرو دیا گیا ہے۔ بچوں کی تنظیم اطفال الاحمدیہ، نوجوانوں کی تنظیم خدام الاحمدیہ، ادھیڑ عمر اور بوڑھوں کی تنظیم انصار اللہ، بچیوں کی تنظیم ناصرات الاحمدیہ، عورتوں کی تنظیم لجنہ اماء اللہ اس طور پر منظم اور فعال ہیں کہ نہ تو یورپ اور امریکہ کا معاشرہ ان کی مثال پیش کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور معاشرہ۔ یہ تنظیمیں محلے کی سطح پر، گاؤں کی سطح پر، قصبوں کی سطح پر، شہروں کی سطح پر، ضلعوں کی سطح پر، صوبوں کی سطح پر، ملکوں کی سطح پر، دنیا کی سطح پر اور بالآخر خلافت کی سطح پر قائم ہیں۔ ہر تنظیم کا اپنا دائرہ عمل ہے، اپنا دستور ہے، اپنے دفاتر ہیں، اپنے رسائل و اخبارات ہیں۔

دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کے سوا کہیں بھی نہ تو مرد ہی اس قدر منظم ہیں اور نہ عورتیں۔ نہ ہی کہیں لڑکے اس قدر منظم اور فعال ہیں اور نہ ہی لڑکیاں، نہ ہی بچے اور بچیاں۔ جوں جوں یہ تنظیمیں خلافت حقہ کے زیر سایہ مستعد فعال اور مضبوط تر ہوتی چلی جائیں گی ان کے فیض کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔

## مغربی اقوام پر جماعت احمدیہ کے احسانات

برصغیر عوارض انسانی کے اعتبار سے ایک مخصوص خطہ ارض ہے لیکن دیگر اقوام عالم بھی ان عوارض و عیوب سے مبرا نہیں ہیں۔ گو ان کے عیوب و عوارض اپنی نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ مغربی اقوام جن بیماریوں میں مبتلا ہیں ان میں سرفہرست جنسی بے راہ روی، شراب نوشی، جوا، اور نسل پرستی ہیں۔ جماعت احمدیہ ایک لمبے عرصہ سے یورپ میں مصروف جہاد ہے۔ جماعت احمدیہ کے ہزاروں افراد اپنے عملی نمونہ اور تبلیغی قوت سے مغربی ممالک کا مزاج تبدیل کر رہے ہیں اور ان کا دائرہ اثر وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ مغرب کے کئی ایک ممالک میں بہت مضبوط جماعتوں کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ ہزاروں مغربی لوگ تثلیث و کفارہ، شراب و کباب، ناچ گانے اور جنسی بے راہ روی سے کنارہ کش ہو کر احمدیت کے حصار میں داخل ہو چکے ہیں۔ گزشتہ برس ریکارڈ ۲۷۰۰۰ یورپین نے احمدیت قبول کی۔ مغربی ممالک پر احمدیت کا یہ احسان عظیم ہے کہ جن غیر انسانی اعمال و افکار سے جان چھڑانا ان کے لئے ناممکن تھا احمدیت کی روحانی برکات کے نتیجے میں وہ نہ صرف انہیں چھوڑ چکے ہیں بلکہ اسلامی اقدار اپنا کر گویا ایک نئی زندگی حاصل کر چکے ہیں۔ یقیناً وہ دن بھی زیادہ دور نہیں ہے جب مغربی اقوام فوج در فوج احمدیت کی نئی زمین پر اور احمدیت کے نئے آسمان تلے پناہ لے کر دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیں گی۔

## افریقی اقوام پر احمدیت کے احسانات

چند دہائیاں قبل افریقی ممالک کے باشندے اپنی ہی سرزمین پر یورپین نسل پرستی کا شکار تھے۔ انہیں بتسمہ لئے بغیر نہ تو تعلیمی سہولیات میسر تھیں اور نہ صحت اور روزگار وغیرہ کی۔ جماعت احمدیہ نے کئی ایک افریقی ممالک میں سکول اور ہسپتال جاری کر کے انہیں پادریوں کی غلامی سے نجات دلوائی، ان کا انسانی وقار بحال کیا۔

افریقین ممالک احمدیت کی آمد سے قبل جنسی بے راہ روی، شراب نوشی اور جانور پرستی کے علاوہ تثلیث و کفارہ جیسے عوارض کا شکار تھے۔ احمدی مجاہدین کی کوششوں سے لاکھوں افریقی ان سب غیر انسانی اعمال کو ترک کر کے باوقار زندگی گزارنے کے قابل ہو چکے ہیں۔ اور احمدیت کا دائرہ اثر بہت تیزی سے وسعت پذیر ہے۔

## جماعت احمدیہ کے دنیا پر علمی احسانات

جماعت احمدیہ کے علمی معرکوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ قرآن مجید کے تراجم دنیا کی درجنوں زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ احادیث نبویہ اور احمدیہ لٹریچر یک صد سے زائد زبانوں میں تراجم کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکا ہے۔ درجنوں اخبارات و رسائل ایشیا، امریکہ، افریقہ اور یورپ سے باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں اور دنیا کے علمی اور فکری مزاج بدلنے میں مصروف ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیدا کردہ لٹریچر ہزارہا صفحات پر مشتمل ہے۔ خلفائے سلسلہ کی کتب، تقاریر اور خطبات وغیرہ لاکھوں صفحات پر مشتمل ہیں۔ علماء سلسلہ کی کتب اور جماعت کے اخبارات و رسائل پر مشتمل لٹریچر ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ ان کتب، اشتہارات، تقاریر، خطبات اور اخبارات وغیرہ میں کم وبیش دنیا کے ہر اہم مسئلہ پر سیر حاصل بحث اور تجزیہ شامل ہے۔ غرضیکہ جہاں تک نظریاتی، علمی، فکری اور دیگر مسائل انسانی کا تعلق ہے۔ جماعت احمدیہ دنیا پر مکمل غلبہ حاصل کر چکی ہے۔ کسی دانش ور، مفکر اور فلاسفر کی مجال نہیں ہے کہ وہ دلائل کی جنگ میں جماعت احمدیہ پر فتح حاصل کر سکے۔ اس صورت حال سے تنگ آکر مخالفین احمدیت نے دلائل کے میدان میں اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے علمی طور پر جماعت احمدیہ کا مقابلہ کرنے کا خیال ہی ترک کر دیا ہے۔ مسلمان ملا، عیسائی پادری اور دیگر مذاہب کے لیڈر اپنے اپنے پیروکاروں کو احمدیوں سے علمی بحث کرنے سے منع کرتے ہیں۔

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ مادی جنگیں بھی در حقیقت پہلے راؤنڈ میں نظریاتی جنگیں ہی ہوا کرتی ہیں جیسا کہ قرآن مجید نے بھی دلائل کی زندگی ہی کو اصل زندگی اور دلائل کی موت ہی کو اصل موت قرار دیا ہے۔ جہاں تک دلائلی، قلمی اور علمی جنگوں کا تعلق ہے جماعت احمدیہ یہ جنگیں جیت چکی ہے۔ جس کا اعتراف جماعت کے اشد ترین مخالفین بھی کرنے پر مجبور ہیں اور یہی اصل فتح ہے۔ کیونکہ جب حق آتا ہے تو باطل بھاگ جایا کرتا ہے۔ روشنی کی آمد سے اندھیرے چھٹ جایا کرتے ہیں۔ ہدایت اور ضلالت کا فرق واضح ہو جایا کرتا ہے۔ اور جب اکثریت کے دل حق و صداقت کے واسطے جیت لئے جاتے ہیں تو جھوٹے منہ کچھ عرصے تک بک بک کرنے کے بعد بند ہو جایا کرتے ہیں۔

سیفی جنگیں اپنے اثر میں دیرپا نہیں ہوا کرتیں۔ جبکہ علمی اور قلمی جنگیں ایک لمبے عرصے تک اپنا اثر ظاہر کرتی چلی جاتی ہیں۔ قلم، تلوار سے بدرجہا مہلک اور مؤثر ہتھیار ہوتا ہے۔ جس کا اندازہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی اشتہارات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے دنیا بھر کے علماء، فقہاء، گدی نشینوں، پادریوں، ربیوں، مفکروں اور فلاسفروں وغیرہ کو بار بار بلایا کہ وہ آپ سے علمی کشتی لڑیں۔ لیکن کسی مائی کے لال کو میدان میں آنے کی جرات نہ ہوئی اور اگر کسی نے نیم دلانہ کوشش بھی کی تو اس کا وہ حشر ہوا جو اب تاریخ عالم کا حصہ ہے۔

احمدیت نے دنیا کو بہت کچھ دیا۔ علم و فکر کے خزائن تقسیم کئے اور خزانے بھی وہ کہ جو حیاتی خلیے کی طرح تقسیم در تقسیم ہو کر بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ بصیرت سے محروم اندھوں کو تو شاید کچھ بھی نظر نہ آرہا ہو۔ لیکن اہل بصیرت بخوبی جانتے ہیں کہ در حقیقت احمدیت زمین و آسمان کو از سر نو بنانے میں مکمل طور پر کامیاب ہو چکی ہے۔ بنیادی کام تو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ شجر احمدیت اپنی جڑیں مضبوطی سے قائم کر چکا تھا، کونپلیں اور شاخیں نکال چکا تھا۔ جو باقی تھا وہ صرف اس قدر تھا کہ یہ درخت اس قدر بڑھے کہ پورے کرہ ارض کو اپنے پر تسکین سائے تلے لے لے۔ سو وہ بھی اس رنگ میں پورا ہو چکا کہ اس شجر علم و عرفان کی جڑھیں تمام براعظموں اور ڈیڑھ صد کے قریب ممالک تک پھیل چکی ہیں۔ نہ آندھیوں نے اس کا کچھ بگاڑا، اور نہ طوفان اسے اکھیڑ سکے، نہ افراد اس کا بال بیکا کر سکے اور نہ ہی حکومتیں۔ نہ اندرونی مسائل اس کی نشوونما کو روک سکے اور نہ ہی بیرونی حوادث، نہ سیلاب اسے نقصان پہنچا سکے اور نہ ہی زلازل۔

گویا کہ اس درخت کی صد سالہ حیات نے یہ ثابت کر دکھایا کہ اس درخت کی سرشت میں خمیر ناکامی کا ایک ذرہ بھی شامل نہیں ہے۔ بلکہ آندھیاں بھی اس کی مضبوطی کا باعث ہوئی ہیں اور طوفان بھی۔ انفرادی

Kenssy
Fried
Chicken
TELEPHONE 539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB
PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

Earlsfield
Properties
RENTING
AGENTS
081 877 0762
PROPERTIES WANTEDIN
ALL AREAS FOR
WAITING TENANTS

مخالفت بھی اس کی کھاد بنی اور حکومتی مخالفتیں بھی۔ اندرونی مسائل بھی اس کے استحکام میں ممد ثابت ہوئے اور بیرونی حوادث بھی۔ کیا وہ درخت جو ہر قسم کے سخت ترین امتحانوں میں سرخرو ہو چکا ہے۔ اسی قسم کے مزید امتحانوں میں سرخرو نہ ہو سکے گا۔ کیا خدا کے لگائے ہوئے پودے کو ایک انسان بھی اکھیڑ سکتا ہے؟

بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

## خلاصہ کلام

جماعت احمدیہ کو دنیا کی تعلیم و تربیت کے لئے قائم کیا گیا ہے اور اس کے قیام پر ایک صدی بھی گزر چکی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اپنی زندگی کی اس پہلی صدی میں جماعت کی علمی اور تربیتی کارکردگی کیا رہی ہے۔ اور وہ اپنے اس مقصد میں کس حد تک کامیاب رہی ہے۔

اس سوال کا جواب دینے سے قبل احمدیت کے قیام سے قبل اور بعد کے حالات انسانی کا تقابل ضروری ہے۔ قیام جماعت سے قبل کیا یورپ اور کیا امریکہ، کیا ایشیا اور کیا افریقہ۔ کیا جزائر اور کیا دیگر خطہ ہائے ارض۔ ایک خوفناک اندھیری رات میں لرز اور سسک رہے تھے۔ انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی تاریخ عالم کی سب سے زیادہ دھماکہ خیز صدیاں ہیں۔ یاجوج ماجوج دنیا کے چپہ چپہ پر قابض ہو چکے ہیں۔ اور وہ اپنے اس سیاسی غلبے کے استحکام کی خاطر دنیا پر تثلیثی غلبے کی بنیادیں استوار کر رہے ہیں۔ صلیب بردار گورے پادری اپنے سیاسی غلبے کے آڑ میں ہر خشکی اور تری پر صلیبیں گاڑتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک طرف اقوام عالم کے نظریاتی بگاڑ نے ان کا حلیہ بگاڑ رکھا ہے تو دوسری طرف صلیبی عقائد، گناہوں اور جرائم کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ گناہوں اور جرائم کا بوجھ حوا اور خدا کے اکلوتے بیٹے کے سروں پر لاد کر دنیا کو دعوت جرائم دے رہے ہیں۔

یہ تھی کالی رات جو اگر کچھ دیر اور قائم رہتی تو انسانیت کا جنازہ پڑھنے والا بھی کوئی باقی نہ رہتا۔ اس خوفناک اور تاریخ انسانی کی تاریک ترین رات میں ایک سورج طلوع ہوا اور یہ رات دن میں بدلنے لگی۔ انسان پرستی، پیرپرستی، قبرپرستی اور اوہام پرستی کے اندھیرے چھٹنے لگے۔ ذات پات، اونچ نیچ اور نسل پرستی کے طوق انسانی گلوں سے اترنے لگے۔ نظریات تثلیث و کفارہ، نیوگی اور جونی افکار، جانور پرستی، اور آباء پرستی وغیرہ موت میں مبتلا ہو گئے۔ فرائڈ، ڈارون اور دیگر مفکرین جدید کے نظریات جو انسان کو ماڈرن بندر اور ماڈرن وحشی قرار دے رہے ہیں پس منظر میں جانے لگے

انسانیت جو ابھی تک مونہہ چھپائے پھر رہی تھی پھر سے محترم ہونا شروع ہوئی۔ حتیٰ کہ گزشتہ ایک صدی کے دوران ایک کروڑ انسانوں کا ایک مرکزہ (Nucleus) قائم ہو چکا ہے اور یہ تقسیم در تقسیم ہو کر حیاتیاتی خلیے کی طرز پر Multiply ہو کر خطہ ارض کی مہم پر رواں دواں ہے۔ آثار بتا رہے ہیں کہ آئندہ پچاس برس کے قلیل عرصہ میں احمدیت مؤثر حد تک دنیا کا علمی، فکری اور معاشرتی احاطہ کر چکی ہوگی۔ کیا یہ تاریخ عالم کا سب سے بڑا کارنامہ نہیں ہے؟ کہ ایک شخص واحد ۱۵۰ سال کے قلیل عرصہ میں پورے کرہ ارض کو قلبی اور روحانی طور پر فتح کرے۔ فتح کی تکمیل تو دراصل ہو چکی ہوئی ہے۔ صرف اس کے مادی اظہار کی دیر ہے۔ کیونکہ اصل فتح تو نظریاتی فتح ہی ہوا کرتی ہے اور وہ جماعت احمدیہ کو حاصل ہو چکی ہے۔ گویا کہ دائرہ فتوحات تو مکمل ہو چکا ہے صرف اس کا مزید پھیلاؤ باقی ہے۔

## جستہ جستہ

مکرم غلام احمد عابد صاحب مانٹریال کینیڈا سے لکھتے ہیں:-

انصار اللہ کے ضلعی اجتماع کا پروگرام جاری تھا، جماعت پر ہونے والے مظالم، ظالموں کا عبرتناک انجام اور جماعت احمدیہ کی ترقیات کے بارے میں تقاریر سن کر سامعین پر ایک رقت طاری تھی کہ اعلان ہوا اب ایک بچی نظم سنائے گی "دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو.........۔

سات سالہ بچی نے سوز اور درد سے جب پوری نظم زبانی سنائی تو کئی سامعین نے اس بچی کو دیوانہ وار پیار سے چوم لیا۔ کئی احباب نے نقدی کی صورت میں انعامات دئے۔ تیسری جماعت کی یہ بچی سالانہ امتحانات میں پوزیشن لیتی رہی تھی جس پر اسے اسکول، جماعت اور عزیزوں کی طرف سے نقدی کی صورت میں انعامات ملتے رہے۔ ناصرات کے پروگرامز میں بھی متعدد بار انعامات حاصل کئے اور ان میں بعض اوقات نقدی بھی ہوتی۔ ریڈیو پاکستان کے پروگرامز میں شمولیت پر حوصلہ افزائی کے لئے والدین اسے انعامات دیتے وہ یہ سب پیسے جمع کرتی جاتی اور کوشش کرتی کہ کہیں خرچ نہ ہونے پائیں۔ اسے پیسے اور دوسری چیزیں جمع کرتے رہنے کا بے حد شوق ہے۔ اس کی جمع شدہ اشیاء میں چھوٹی بڑی مختلف اقسام کے نئے پرانے پنسل تراش، ربڑیں وغیرہ رہی ہیں۔ اپنے حصے کی آئیس کریم ختم کرنے میں کئی دن لیتی اور ٹافیاں پورے دن میں ختم کرتی۔ چھوٹے چھوٹے حصے کر کے کھاتی۔ بھائیوں سے بچانے کے لئے بقایا ٹافیاں چھپا دیتی جو بعض اوقات بھول جانے کی وجہ سے خراب ہو جاتیں۔ چھوٹے بھائی کہتے کنجوس آپی کی چیزیں کیڑے کھاتے ہیں لیکن ہمیں نہیں کھلاتی۔ لہٰذا اس کی چیزوں اور پیسوں سے حد سے زیادہ محبت اور استعمال نہ کرنے جیسی عادتوں کی وجہ سے بھائی اس کو کنجوس کہہ کر چھیڑتے۔

ایم۔ ٹی۔ اے۔ کے روزانہ پرگرام ابھی شروع ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام کی خوشی میں عطیہ جات دینے والوں کا ایم۔ ٹی۔ اے۔ پر اعلان کیا جانے لگا۔ ایک شام بیت الظفر میں پروگرام دیکھ کر واپس آئی تو گھر والوں نے دیکھا کہ یہ بچی اپنی چیزوں کو الٹ پلٹ رہی ہے۔ کپڑے نکال اور جھاڑ کر چھپائے ہوئے پیسے اکٹھے کر رہی ہے۔ بھائی حیران تھے کہ آج اس کو کیا ہو گیا ہے۔ پیسے چھپا کر رکھنے والی آج بیتابی سے پیسے ایک تھیلی میں جمع کر رہی ہے۔ امی! میرے پیسے نکالیں !! ابو میرے فلاں پیسے دیں۔ آخر اس نے سب پیسے اپنے بستر پر ڈھیر کر دئے۔ پانچ، دس، دو اور ایک ایک والے نوٹ الگ الگ کر دئے۔ اور مدد کے لئے بڑے بھائی کو بلایا۔ چھوٹوں زاہد اور ساجد کو ڈانٹا ہاتھ نہ لگانا۔ گنے تو پندرہ سو روپے سے زائد تھے۔ پھر اس نے کہا یہ میرے اور یہ ۱۵۰۰ روپے ایم۔ ٹی۔ اے۔ کے۔ بھائی جان ابھی جائیں اور میرے نام (سدرہ عابد) کی رسید بنوا لائیں۔

دیکھیں ایک چھوٹی سی بچی جو اپنی ذات کے لئے کنجوس تھی مگر خدا کے دین کی خاطر اشاعت اسلام کی خاطر اس نے کس طرح دل کھول کر کس خلوص اور جذبے کے ساتھ اپنی جمع شدہ رقم پیش کی۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

# اللہ تعالیٰ لطیف ہے

(خلیفہ صباح الدین احمد)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات کا بیان ہے۔ ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ "لطیف" ہے۔ یعنی اس کی لطافت ایسی ہے کہ اس میں کسی قسم کی کثافت کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ اس کی لطافت ہر جگہ سرایت کر جاتی ہے۔ اس کائنات میں اور اس کے باہر اور اندر کوئی ایسا مقام نہیں جو اس کی صفت لطیف کی دسترس سے باہر ہو۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ وہ "خبیر" بھی ہے۔ وہ باخبر ہے کہ کس جگہ پر کس قسم کے لطیف ہونے کی گنجائش ہے کیونکہ دوسری جگہ فرماتا ہے کہ: "ان ربی لطیف لما یشاء"

(سورہ یوسف: ۱۰۱)

یقیناً میرا رب لطیف ہے جس کے لئے اور جس طرح چاہتا ہے ویسے ہی وہ اپنی صفت لطیف کو کسی پر ظاہر کرتا ہے۔

مزید فرمایا: "اللہ لطیف لعبادہ یرزق من یشاء"

(سورہ الشوریٰ: ۲۰)

اللہ اپنے بندوں کے لئے لطیف ہے اور جس کو چاہتا ہے رزق سے نوازتا ہے۔ یعنی وہ لطیف صرف کائنات کے لئے نہیں بلکہ جانداروں بلکہ اشرف المخلوقات کے لئے بھی لطیف ہے۔ اس کے لطف و کرم یعنی رزق اور نعماء اور حسب ضرورت اشیاء سب اسی سے حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی مخلوقات کی باریک سے باریک ضروریات کو جانتا ہے۔ وہ باخبر ہے اس لئے اس کا لطف و کرم تقاضا کرتا ہے کہ وہ بغیر مانگے ضرورت سے بڑھ کر دے یا پھر مانگنے پر بے حساب اور بار بار دے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے محض اپنے لطف سے نہ کسی غرض سے اور نہ کسی عمل کی پاداش میں ان کے لئے سامان راحت میسر کرتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہمارے لئے بنا دیا۔ اس عطیہ کا نام خدا کی کتاب میں "رحمانیت" ہے اور اس نام کے لحاظ سے خدا تعالیٰ "رحمان" کہلاتا ہے اور پھر فرمایا "الرحیم" یعنی وہ خدا نیک عملوں کی نیکی کی جزاء دیتا ہے اور کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور اس کام کے لحاظ سے "رحیم" کہلاتا ہے اور یہ صفت "رحیمیت" کے نام سے موسوم ہے ......."۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

یہ اس کا لطف ہے کہ وہ ہمیں سب کچھ عطا کرتا ہے۔ رب کریم کا احسان ہے کہ وہ ہماری ضروریات پوری کرتا ہے۔ اس کی عنایت ہے کہ ہمارے حق کے بغیر ہمیں دیتا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب حکیم میں فرماتا ہے:

"لا تدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار و ھو اللطیف الخبیر"

(سورہ الانعام: ۱۰۴)

یعنی نظریں اس تک نہیں پہنچ سکتیں لیکن وہ نظروں تک پہنچتا ہے۔ وہ مہربانی کرنے والا اور حقیقت پر آگاہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"انسان اپنے علم کے زور پر اسے نہیں دیکھ سکتا مگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے پاس جلوہ گر ہوتا ہے اس طرح انسان کو اس کی رویت ہوتی ہے"۔

(نوٹ تفسیر صغیر،

زیر سورہ انعام: ۱۰۴)

کسی نظر کی خدا تعالیٰ تک رسائی نہیں ہے کوئی نظر اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ کوئی شخص اپنی نظر سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہ انسانی یا حیوانی بصارت کے بس کی بات نہیں کہ خدا تعالیٰ کو دیکھ سکے۔ لیکن وہ سب نظروں تک پہنچتا ہے یعنی وہ نظر کی حقیقت کو جانتا ہے۔ بصارت کی کنہہ کی اسے خبر ہے وہ محض اپنے فضل سے جس پر چاہے اپنے جلوہ کا اظہار فرما سکتا ہے۔ اس کی بصارت کو بصیرت میں بدل سکتا ہے۔ اپنے آپ کو کسی نہ کسی رنگ میں کسی پر ظاہر کر سکتا ہے نہ کہ مکمل اور پورے طور پر کیونکہ کوئی نظر اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ وہ اپنے جلوہ کو بھی جب ظاہر کرتا ہے تو دو طور پر کرتا ہے۔ ایک ظاہری بصیرت سے اور اندرونی یا روحانی بصیرت سے ظاہری بصیرت، مناظر قدرت ہیں۔ وہ کارخانہ کائنات ہے اور علوم ارضی و سماوی ہیں۔ جانداروں اور غیر جانداروں کا علم ہے جن کے دیکھنے اور پرکھنے سے اس کے جلوہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ جلوہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا تعالیٰ ان سامانوں کو مہیا نہیں کرتا جن کے ذریعہ سے یہ بصیرت ہوتی ہے یعنی ہوا، روشنی، آنکھ وغیرہ جو کہ دیکھنے کے ظاہری ذرائع ہیں۔

دوسری اندرونی یا روحانی بصیرت ہے جو کہ محض خدا تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے حاصل ہوتی ہے جبکہ انسان خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہو کر اس کا نظارہ کر لیتا ہے اور حق یقین کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ لطیف اور خبیر ہے۔ یعنی اپنے لطف اور مہربانی کے بارے میں وہ دونوں قسم کی بصیرتیں دیتا ہے اور ہر چیز کے بارے میں اور بصیرت کی تقسیم کے بارے میں باخبر ہے۔ دوسرے وہ کثیف نہیں بلکہ لطیف ہے۔ اگر کثیف ہوتا تو نظر کا ادراک ہو سکتا تھا۔ نظر اس کا احاطہ کر سکتی تھی چونکہ وہ لطیف


FOODS
BUYING GROUP

FOR
GROCERS
AND C.T.N.
SHOPS

2 SANDY HILL ROAD,
ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
081 478 6464
081 553 3611

ہے اس لئے نظر اس کو نہیں پا سکتی۔ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ وہ اتنا لطیف ہے کہ اس ظاہری آنکھ میں وہ طاقت ہی نہیں کہ اسے دیکھ سکے یا اس کا احاطہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت لطیف بھی اور صفات کی طرح لامحدود ہے۔ اس لئے کوئی آنکھ اس کو دیکھ کر محدود نہیں کر سکتی بلکہ وہ اس مادی آنکھ کی دسترس سے باہر ہے۔ البتہ روحانی آنکھ اس کا جزوی ادراک کر سکتی ہے کیونکہ روح کی لطیف شئی سے شناسائی ہو سکتی ہے، مکمل ادراک یا احاطہ وہ بھی اس کا نہیں کر سکتی۔ اس لئے یہ اعتراض کہ خدا تعالیٰ ہے تو نظر کیوں نہیں آتا سرے سے ہی غلط ہے کیونکہ اگر وہ نظر آ جائے تو محدود ہو جائے گا۔ اگر محدود ہو جائے تو پھر وہ خدائی صفات کا مظہر نہیں، خدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ اعتراض کہ خدا تعالیٰ ہے تو نظر کیوں نہیں آتا کم علمی اور جہالت پر مبنی ہے۔ خدا تو وہ ہے جو ہر چیز سے بالا ہو۔ آنکھ تو کیا جو خیال و وہم سے بھی بالا ہو۔ نہ آنکھ اس کا احاطہ کر سکے، نہ دماغ۔ اگر وہ کسی طرح محدود ہو جائے تو وہ خدا نہیں رہتا۔

ایک عالم سے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک مستشرق دہریہ نے ان کے سامنے سوال کیا کہ:

(۱) خدا کو ماننا انسان کی فطرت میں نہیں۔

(۲) شیطان آگ سے ہے تو پھر آگ میں کیوں کر جلے گا؟

(۳) خدا ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟

ساری محفل پہ سناٹا چھا گیا۔ وہ عالم کچھ دیر خاموش رہے۔ دہریہ اپنے سوالوں پر بہت اترایا۔ اس نے گمان کیا کہ اب یہ عالم میرے سوال کے جواب سے عاجز آ چکے ہیں کہ یکدم اسی عالم نے ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھا کر اس دہریہ کو دے مارا۔ محفل میں سناٹا چھا گیا کہ یہ کیا ہو گیا، سوال کیا اور جواب کیا؟ وہ دہریہ درد سے کراہ اٹھا اور بولا او خدا مجھے مار ڈالا۔ وہ عالم بولے دیکھو یہ ڈھیلا میں نے تمہیں تکلیف دینے کے لئے نہیں مارا بلکہ اسی حرکت میں جواب ہے تمہارے تینوں سوالوں کا۔ سب حیران ہوئے کہ کیسے؟ اس عالم نے بتایا کہ دیکھو جب میں نے ڈھیلا مارا تم بے اختیار ہو کر پکار اٹھے "او خدا" اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی فطرت میں خدا کو تسلیم کرنا ہے کہ ہر ناگہانی آفت پر اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تمہارے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کو مٹی کا ڈھیلا میں نے تمہیں مٹی سے بنے ہوئے انسان کو مارا ہے۔ پھر تکلیف کا کیا سوال؟ اگر تمہیں تکلیف ہوئی تو پھر شیطان بھی باوجود ناری ہونے کے آگ میں جلایا جا سکتا ہے۔ تیسرے سوال کا جواب بھی اس میں ہے کہ اگر تمہیں درد ہوئی ہے، تکلیف ہوئی ہے تو پھر تکلیف نظر کیوں نہیں آتی؟ درد کی شکل کیا ہے ہمیں نظر آئے تو مانیں۔ اسی طرح خدا بھی نظر نہیں آتا۔

**بقیہ** ملک ملک کی سیر

مردوں نے عورتوں پر اور عورتوں نے مردوں پر الزامات لگانے شروع کئے جس سے شوہر و بیوی میں علیحدگی کے علاوہ کئی قسم کے معاشرتی مسائل پیدا ہو گئے۔ گھریلو زندگی برباد ہو گئی اور ضرورت محسوس کی گئی کہ کوئی ایسا قانون پھر بنے جس سے گھریلو زندگی پھر آباد و شاد ہو سکے۔

چنانچہ جنوری ۱۹۸۰ء کو ایک نیا فیملی لاء نافذ کیا گیا۔ اس قانون کی رو سے اگر کوئی شوہر یا بیوی صرف یہ کہہ دے کہ وہ اکٹھے نہیں رہ سکتے تو انہیں قانونی طور پر طلاق کی اجازت دی گئی۔ پرانے قانون میں شوہر بیوی دونوں کو کہنا پڑتا تھا کہ ان کے باہمی مسائل ناقابل حل ہیں لیکن اس قانون میں صرف ایک فریق کا کہنا کافی سمجھا گیا۔ اور اس قانون کی وجہ سے ۱۹۸۰ء میں طلاقوں کی تعداد پہلے کی نسبت دگنی ہو گئی۔

اب چینی فیملی اپنے سائز میں پہلے سے بھی کم ہو رہی ہے۔ خواتین کو دیہات میں زیادہ کام کرنا پڑ رہا ہے۔ چونکہ مرد زیادہ رقم کمانے کے لئے شہر چلے گئے ہیں اگرچہ مساوی حقوق سے مساوی تنخواہ قانونی طور پر خواتین کا حق ہے لیکن عملی طور پر خواتین کے کام کی نوعیت ایسی ہے کہ انہیں پھر بھی بہت کم تنخواہ ملتی ہے۔ آج کل دیہات میں ۷۵ فیصد خواتین کام کرتی ہیں اور اس کے ساتھ سوسائٹی نے ان پر بغیر تنخواہ بہت سی ذمہ داریاں ڈال دی ہیں۔

چین کی معاشرتی حالت میں عجیب قسم کا انقلاب آ گیا ہے۔ طلاق کا رواج عام ہو گیا ہے۔ شادی سے باہر یا بغیر شادی عورت و مرد کا آزادانہ اختلاط، شادی سے پہلے لڑکے لڑکیوں کا ایک ساتھ رہنے کا رواج، بدستور بڑھ رہا ہے۔ اور ذہن اس طرف زیادہ مائل ہو رہا ہے کہ شادی کرنے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ آزادی سے عورتیں اور مرد اپنی خواہشات پورا کر سکتے ہیں اور دیگر بہت سی باتیں سامنے آ رہی ہیں جو چین میں عام طور پر پہلے ناقابل برداشت تھیں یا بالکل ممنوع تھیں۔ ایسے حالات کو ہوا دینے کے لئے ایسے کلب بن گئے ہیں جہاں عورت و مرد آزادی سے اپنا میل جول بڑھا سکتے ہیں اور شادی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

عام طور پر عورتوں کی آزادی کے قانون نے گھریلو زندگی بہت متاثر کی ہے۔ خواتین کو عام طور پر پھر بھی کم تنخواہ ملتی ہے۔ چونکہ ان کے ذمے کام ایسے ہیں مثال کے طور پر کاشتکاری، فارسٹری، ہسپتال میں نگہداشت، جانوروں کی دیکھ بھال اور مچھلیاں پکڑنا وغیرہ اور اس نسبت سے انہیں مرد کے مقابلے میں کم معاوضہ ملتا ہے۔ پھر بغیر تنخواہ سوسائٹی کی بعض ذمہ داریاں ہیں جو انہیں نبھانی پڑتی ہیں۔ تعلیم کے میدان میں ۷۰ فیصد خواتین مردوں کے مقابلے میں بہت پیچھے ہیں اور صرف ۳۰ فیصد خواتین اعلیٰ تعلیم کا شوق رکھتی ہیں۔

چینی دانشوروں کا کہنا ہے کہ چین کی معاشرتی زندگی کو مستحکم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نجی زندگی پھر مضبوط ہو جہاں بچے اپنے والدین کی اطاعت کریں اور شوہر بیوی بغیر رخنہ اندازی کے رہیں۔ اس طرح گھر میں پھر امن، چین، راحت اور آرام ہو اور چین معاشرتی طور پر ایک مثال ہو۔ (ماخوذ From China Report اکتوبر ۱۹۹۳ء)

# Muslim Television Ahmadiyya

**Programme Schedule for Transmission from London**
**24th March 1995 - 6th April 1995**

Tel: +44 181 870 0922
+44 181 874 8344
+44 181 870 8517
(Ext. 227/230)
Fax: +44 181 870 0684

**Friday 24th March**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 EUROFILE
- 1:00 Kobe Update
- 1:10 NEWS
- 1:25 FRIDAY SERMON LIVE
- 2:40 MTA variety Correct pronounciation of Duress-Sameen Lesson 12 Part 1
- 3:00 Mulaqat with Urdu speaking friends
- 4:00 MTA variety 2nd Interview with Abdul Haq sb 1st Part
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Saturday 25th March**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 EUROFILE Q/A with Khalifa-tul Masih IV held on 5/7/93
- 1:00 Kobe Update
- 1:10 NEWS
- 1:30 Around the globe
- 2:00 Children's Corner Mulaqat with Huzoor
- 3:00 MTA variety German programme and Bosnian programme
- 4:00 LIQAA MA'AL ARAB
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Sunday 26th March**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 EUROFILE
- 1:00 Kobe Update
- 1:10 NEWS
- 1:30 Around the Globe
- 2:00 Mulaqat Q/A 26/3/95
- 3:00 Letter from London
- 4:00 MTA variety News review Bosnian programTarbiyyat of a new Ahmadi Bosnian
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Monday 27th March**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 EUROFILE
- 1:00 Kobe Update
- 1:10 NEWS
- 1:30 Around the Globe
- 2:00 "Natural Cure" Homeopathy Lesson No.71
- 3:00 MTA variety German programme
- 4:00 Children's Corner(Repeat 24/12/94) Part 2
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Tuesday 28th March**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 Medical Matters
- 1:00 Kobe Update
- 1:10 NEWS
- 1:30 Around the Globe
- 2:00 "Natural Cure" Homeopathy Lesson No.72
- 3:00 MTA variety Cooking Lesson AL MAIDAH
- 3:30 Children's Corner
- 4:00 MTA variety History of Khalid bin Waleed
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Wednesday 29th March**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 EUROFILE
- 1:00 Kobe Update
- 1:10 NEWS
- 1:30 Around the Globe
- 2:00 Tarjamatul Quran Lesson No.45
- 3:00 MTA variety Ways and Means of Tarbiyyat preached by The Holy Prophet (s.a.w)
- 4:00 Children's Corner Repeat of Eid Show
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Thursday 30th March**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 Medical Matters
- 1:00 Kobe Update
- 1:10 NEWS
- 1:30 Around the Globe
- 2:00 Tarjamatul Quran Lesson No.46
- 3:00 MTA variety Introduction to the Holy Quran and its beauties
- 3:30 Children's Corner
- 4:00 LIQAA MA'AL ARAB
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Friday 31st April**

- 11:30 Tilawat
- 11: 45 Hadith
- 12:00 EUROFILE
- 1:00 Kobe Update NEWS
- 1:30 FRIDAY SERMON LIVE
- 2:30 MTA variety Correct pronounciation of Duress-Sameen Lesson 12 Part 2
- 3:00 Mulaqat with Urdu speaking friends held on the 31-3-95
- 4:00 MTA variety "Tajweed-ul-Quran
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Saturday 1st April**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 EUROFILE
- 1:00 Kobe Update NEWS
- 1:30 Around the globe
- 2:00 Children's Corner Mulaqat with Huzoor 1-4-95
- 3:00 MTA variety Speech by A. Quyyum from Hamburg in Turkish "Introduction of Ahmadiyyat"
- 4:00 LIQAA MA'AL ARAB
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Sunday 2nd April**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 EUROFILE
- 1:00 Kobe Update NEWS
- 1:30 Around the Globe "No time to lose"
- 2:00 Mulaqat
- 3:00 Letter from London
- 3:30 MTA variety Speech by A. Quyyum in Turkish "Itroduction of Ahmadiyyat"
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Monday 3rd April**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 EUROFILE
- 1:00 Kobe Update NEWS
- 1:30 Around the Globe "Stepping stones"
- 2:00 Homeopathy Lesson No.73
- 3:00 MTA variety German programme "A Walk through Frankfort
- 4:00 Children's Corner
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Tuesday 4th April**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 Medical Matters (Repeat)
- 1:00 Kobe Update NEWS
- 1:30 Around the Globe "Food for Sight"
- 2:00 Homeopathy Lesson No.74
- 3:00 MTA variety Maulana Naseer Saifi. Part 1
- 4:00 Children's Corner Repeat of Eid Show
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Wednesday 5th April**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 EUROFILE
- 1:00 Kobe Update NEWS
- 1:30 Around the Globe
- 2:00 Tarjamatul Quran Lesson No.47
- 3:00 MTA variety Maulana Naseer Saifi. Part 2
- 4:00 Children's Corner
- 4:50 Tomorrow's programmes

**Thursday 6th April**

- 11:30 Tilawat
- 11:45 Hadith
- 12:00 Medical Matters "FIRST AID"
- 1:00 Kobe Update NEWS
- 1:30 Around the Globe
- 2:00 Tarjamatul Quran Lesson No.48
- 3:00 MTA variety
- 4:00 LIQAA MA'AL ARAB
- 4:50 Tomorrow's programmes

** Programmes or their timings may change without further notice

PLEASE NOTE

Due to various reasons we have not been able to start the "Learning Languages with Huzoor" programmes as published earlier Insha Allah, we will start this programmes as soon as possible and the details will be broadcasted daily on MTA.

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)

ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095

Vol. 2 Friday, March 24, 1995 No. 12

# شذرات

(م-ا-ح)

## چہ قلندرانہ گفتم

برصغیر کے فلسفی، مفکر اور شاعر علامہ سر محمد اقبال کو ان کے عقیدت مندوں نے اب عام انسانوں کے زمرہ سے اٹھا کر صاحب کرامات اولیاء اللہ کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ اپنی قوم کی نفسیات کو دیکھتے ہوئے یہ کوئی بہت حیران کن بات بھی نہیں۔ اس خدشہ کو محسوس کرتے ہوئے کچھ لوگوں نے پہلے ہی اس کا اظہار کر دیا تھا۔ مثلاً سعادت حسن منٹو اور اقبال کی بعد الموت پرستش کا ذکر کرتے ہوئے ایک نقاد نے لکھا تھا۔

"آگے چل کر تو اقبال کو صحیح سمجھنے والے اور اقبال کی روح تک پہنچنے والے پناہ مانگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ وہ باتیں جن کے بارے میں زندگی میں بے چارے اقبال نے سوچا بھی نہ ہو گا ان سے متعلق کی جائیں گی۔
اب اس روز کے لئے بھی تیار ہو جائیے جب ہر جمعرات کی شام کو مزار اقبال پر چراغاں ہو گا اور مجاور قوالی کرتے اور عقیدتمند اپنی حاجتوں کے لئے منتیں مانگتے دیکھے جا سکیں گے۔ مزار اقبال پر دکھ درد دور کرنے والی اور بچہ ہونے اور نوکری دلانے والی تعویذیں بھی تقسیم ہوا کریں گی۔ سجدہ تک کی شاید نوبت آ جائے"۔

(منٹو میرا دوست از محمد اسد اللہ خان۔ آتش فشاں پبلیکیشنز۔ لاہور ۱۹۹۱ء صـ ۱۷)

ان کی بات سچ نکلی ہے۔ مظلوم اقبال کے نادان دوستوں نے پہلے تو انہیں بشری کمزوریوں سے پاک قرار دے کر رحمتہ اللہ علیہ بنایا گیا اور اب نظریہ ضرورت کی مجبوری سے ان کی ذات کے گرد خوارق اور کرامات کا جال بنا جا رہا ہے۔ ایک ایسی ہی بھونڈی کوشش امسال اقبال کی برسی پر ہونے والی ایک تقریب میں سامنے آئی ہے۔ اس کے وقائع نگار اپنی رپورٹ میں درج ذیل روایت لائے ہیں:۔

"خواجہ امین حزیں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ مولوی ابراہیم ناگی سیشن جج نے ایک خواب سنایا کہ ایک مرتبہ ڈاکٹر علامہ اقبال ان کے خواب میں آئے اور ارشاد فرمایا کہ ایک قلندر کا مقدمہ تمہارے سامنے پیش ہو گا اس کو رہا کر دینا۔ چنانچہ دوسرے دن ایک شخص کو آوارہ گردی کے جرم میں پولیس گرفتار کر کے لائی اور عدالت میں پیش کیا۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا "کیا ہمارا قلندر آپ سے ملا تھا؟" مولوی ابراہیم ناگی سیشن جج بیان کرتے ہیں کہ مجھے خواب کا واقعہ یاد آ گیا، میں نے اس کی ضمانت کا انتظام کیا اور پیشی کی تاریخ دے دی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اپنے قلندر سے بعد سلام میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ مجھے اپنے وطن بلائے۔ مقررہ تاریخ پر جب وہ شخص پیش ہوا تو میں نے اسے باعزت طور پر بری کر دیا۔ جاتے جاتے اس نے میرے پیغام کے حوالے سے کہا کہ آپ کا کام ہو جائے گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد میرا تبادلہ سیالکوٹ ہو گیا"۔

(سنڈے میگزین، جنگ لندن ۶ نومبر ۱۹۹۴ء صـ ۲)

یعنی اس میں کرامات یہ ہے کہ علامہ مرحوم اپنی وفات کے بعد عالم برزخ میں اللہ اللہ کرنے کے بجائے اب بھی اپنی اقتداری قوت سے اس آب و گل کی دنیا کے معاملات میں تصرف فرما رہے ہیں۔ پولیس اور عدالتی کاروبار میں مخل ہو کر آوارہ گرد مجرموں کی سفارش فرماتے ہیں اور لاسلکی پیغام رسانی کے ذریعہ سرکاری ملازموں کی تقرریوں اور تبادلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ایسے تعلیم یافتہ حلقوں میں ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ہستی کے بارے میں ایسی ضعیف الاعتقادی، جہالت اور مردہ پرستی کی ترویج کچھ زیب نہیں دیتی۔ ایسی مافوق الفطرت اور خلاف عقل داستانیں تو مجذوب، معذور اور مرفوع قلندروں کے لئے رہنے دیں۔ اگر ہمارا یہ مشورہ انہیں گوارا نہیں تو کم از کم ایک مسلم اقبال شناس، علامہ کے ہم نوالہ ہم پیالہ عمر بھر کے جگری دوست مرزا جلال الدین صاحب بیرسٹر کی اس اپیل کو ہی مدنظر رکھیں:۔

"اقبال آخر انسان تھے...... ان کو ایسی باتوں سے معرا سمجھنا جو بشریت کا لازمہ اور انسانیت کا خاصہ ہیں، ایک ایسا تمسخر انگیز دعویٰ ہے جس میں نہ تو حقیقت کو دخل ہے نہ خود ڈاکٹر صاحب کی روح کے لئے مسرت کا سامان ہے........ ان کے چہرے پر تقدس کا جو ہالہ ہر وقت نظر آتا تھا اس سے یہ کسی طور پر لازم نہیں آتا کہ انہیں ان کے اصلی مرتبے سے محروم کر کے صوفیائے عظام اور اولیائے کرام کے زمرے میں شامل کر لیا جائے"۔

(ملفوظات اقبال، ناشر اقبال اکادمی لاہور۔ طبع اول۔ صـ ۱۱۳)

اس کے باوجود اقبال کو مظہر الٰہی اور مجدد وقت کا درجہ دینے کی دانستہ یا نادانستہ مساعی ہو رہی ہیں۔ اقبالیات کے ایک فاضل جناب ڈاکٹر سہیل بخاری نے وفور عقیدت میں یہاں تک لکھ دیا کہ:۔

"اقبال کی شخصیت میں مجدد کا جذب و اثر اور اقبال کی کوششوں میں مجدد کے نقش پا ملتے ہیں"۔

(اقبال۔ مجدد عصر۔ اقبال اکادمی صـ ۱۶۷)

اور "نبی کی طرح اقبال بھی اپنی قوم کی فلاح نظر میں رکھتا ہے"۔

(ایضاً صـ ۱۲۱)

علامہ کے فرزند ارجمند جناب جسٹس (ریٹائرڈ) ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے اپنے والد کی مدح میں درج ذیل غلو کیا ہے:۔

"اقبال مظاہر الٰہی میں سے تھے۔ ایسے نوابغ روزگار خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ کے طور پر ہی انسانوں میں نمودار ہوتے ہیں اور وہ آرڈر دے کر نہیں بنوائے جا سکتے"۔

(زندہ رود۔ اقبال اکادمی صـ ۶۵۶)

ضرورت ہے کہ غلط بیانی اور مبالغے کے اس رجحان کی ابھی سے حوصلہ شکنی کی جائے ورنہ اس قسم کی جسارتوں پر اگر ایک نسل کا زمانہ گزر گیا تو اقبال کے اصل خدوخال کی پہچان ممکن نہ ہو گی اور ان کی شخصیت کو ماورائی مخلوق جانا جائے گا

# خبریں و تبصرے

(چوہدری خالد سیف اللہ خان ۔ نمائندہ الفضل، آسٹریلیا)

## دل کے حملہ کے خطرہ کو معلوم کرنے والے آلہ کی آسٹریلیا میں ایجاد

سڈنی مارننگ ہیرلڈ مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۹۴ء کے مطابق Baker Medical Research Institute واقع وکٹوریا، آسٹریلیا نے ایک سادہ سا آلہ ایجاد کیا ہے جسے جب گردن کی بڑی شریان (Key Artery) کے اوپر رکھا جائے تو وہ جسم کے اوپر سے دل کی ہر حرکت کے بعد بلڈ پریشر کا دباؤ نوٹ کرے گا اور ساتھ ہی خون کی رفتار بھی۔ پھر ایک کمپیوٹر ایک پروگرام کی مدد سے سارے Cardiovascular System (دل کی شریانوں کا نظام) کی لچک معلوم کر لیتا ہے۔ اس کی مدد سے ڈاکٹر ایسے مریضوں کی حالت سے آسانی سے آگاہ ہو سکیں گی جن کی شریانیں سخت ہو چکی ہیں۔ اور ان کو ہارٹ اٹیک کا زیادہ خطرہ ہے۔ اس آلہ کے بعد مریض اس تکلیف سے بچ جائیں گے جو ایک قسم کی سرجری کر کے خون کے بہاؤ میں رنگ شامل کر کے خون کی رکاوٹ کی جگہ معلوم کیا کرتے تھے۔ نیز کئی مریض کولیسٹرول کم کرنے اور دوسری غیر ضروری ادویہ کے استعمال سے بھی بچ جائیں گے۔ اب تک عموماً ڈاکٹر ہارٹ اٹیک کے خطرہ کو بھانپنے کے لئے ہائی کولیسٹرول، ہائی بلڈ پریشر، سگرٹ نوشی اور دل کی طبعی کمزوری (خاندانی ہسٹری شیٹ) کی علامتوں کو ہی استعمال کیا کرتے تھے۔

## آسٹریلیا میں بے روزگاری سے خود کشی میں اضافہ

یونیورسٹی کے Stephen Morrell اور ان کے ساتھیوں نے ۱۹۰۷ء تا ۱۹۹۰ء کے دوران آسٹریلیا میں بے روزگاری کی شرح اور آبادی کی نسبت سے خود کشی کی شرح میں ایک واضح تعلق معلوم کر لیا ہے۔ جس شرح سے بےروزگاری کسی عرصہ میں بڑھی ہے اسی رفتار سے خود کشیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ جو پریشان کن صورت حال سامنے آئی ہے اس کے مطابق ۱۹۷۵ء میں ایک لاکھ کی آبادی پر خود کشی کرنے والوں کی تعداد ۱۴،۸ تھی۔ لیکن یہ تعداد ۱۹۹۰ء میں جب بیروزگاری زیادہ بڑھی ہوئی تھی ایک لاکھ کی آبادی پر ۲۶،۵ تھی۔ (ہیرلڈ ۲۳ جنوری ۱۹۹۵ء)

خود کشی کی وجہ سخت مایوسی اور امید کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جانا ہے۔ حالانکہ حکومت بیروزگاروں کو معقول گزارا الاؤنس بھی دیتی ہے۔ ایسی مایوسی جو موت تک لے جائے انہیں کا خاصہ ہے جو مادہ پرست ہوں اور جنہیں خدا کی ہستی پر یقین نہ ہو۔ اسی لئے خدا نے فرمایا ہے کہ خدا کی رحمت سے وہی مایوس ہوتے ہیں جو خدا کے وجود کے انکاری ہوں۔ (سورۃ یوسف: ۸۸)۔

خود کشی اسلام میں جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے "اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" (سورۃ البقرہ: ۱۹۶)۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

## خریداران الفضل سے گذارش

کیا آپ نے نئے سال کا چندہ خریداری ادا کر دیا ہے؟
اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں اس کی ادائیگی فرما کر رسید حاصل کریں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع کریں۔ رسید کٹواتے وقت اپنا AFC نمبر ضرور درج کروائیں۔ شکریہ (مینجر)

Designing & Setting by Khalifa Rawahuddin Ahmad